ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

46

6تا12ذوالحجہ1430ھ/24تا30نومبر2009ء

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اخلاص

جو شخص امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دے، اسے اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ ایک ایسا کام کر رہا ہے جس کے لیے خدا کے پیغمبروں کی بعثت ہوئی تھی اور جسے محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے انجام دیا تھا۔ اس لیے اگر اس کے اندر پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کے اخلاص کی معمولی سی جھلک بھی نہیں ہے تو وہ کسی طرح ان کا جانشین نہیں ہوسکتا۔ اخلاص کے بغیر جو شخص امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دیتا ہے گو بظاہر وہ پیغمبرانہ کام انجام دیتا ہے لیکن یہ کام اس روح سے خالی ہے جو پیغمبروں کے کام میں ہوتی ہے۔ نظام الدین نیشاپوری امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بعض حدود وآداب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

كل ذلك ايمانا و احتسابا لاسمعة ولا رياء ولا لغرض من الاغراض النفسانية و الجسمانية و ذلك ان هذه الدعوة منصب النبيؐ و خلفاء الراشدين بعده

یعنی ''یہ سب کچھ ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے ہو، نہ یہ کہ شہرت اور ریا اور نفس وجسم کی کسی غرض کی تکمیل کے لیے۔ اس لیے کہ یہ دعوت نبی ﷺ اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ کا منصب ہے۔''

معروف ومنکر
سید جلال الدین عمری

اس شمارے میں

نفرت کیوں؟

حیاتِ دنیوی کی حقیقت

عربی زبان سے ناواقفیت کا فتنہ

احرام کی حالت میں چند ممنوع امور

بدبودار باتیں

اصل خطرہ؟

درندگی

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

سورۃ الاعراف

(آیات:203-204)

الھدیٰ (397)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۰۳ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۲۰۴﴾

’’اور جب تم اُن کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بنالی۔ کہہ دو کہ میں تو اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔ یہ (قرآن) تمہارے پروردگار کی جانب سے دانش وبصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘

سورۃ الانعام میں خاص طور پر اس بات کا ذکر ہے کہ کفار بار بار معجزہ طلب کرتے تھے کہ تم جو کہتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو کوئی نشانی، کوئی آیت لاؤ۔ اپنی رسالت اور نبوت کی دلیل کے طور پر ایسے حسی معجزات دکھاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے گئے تھے۔ یہاں بھی سورۃ کے اخیر پر اُن کی اسی بات کا ذکر ہے۔ اے نبیؐ! جب آپؐ ان کے پاس کوئی معجزہ نہیں لاتے تو یہ کہتے ہیں تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے محبوب ہو، پھر کیا وجہ ہے کہ تم کوئی معجزہ نہیں لا رہے۔ دراصل اس طرح کے مطالبے کر کے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو پریشان کرتے تھے۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اگرچہ وہ ایمان نہیں لائے مگر رسول اللہ کے ساتھ انہیں ہمدردی تھی۔ وہ آپؐ کے ساتھ رہتے اور آپؐ کی دل جوئی کرتے۔ اُن کے رویے سے امید تھی کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے معجزے کا مطالبہ کیا اور کہا یہ معجزہ دکھا دو تو ہم ایمان لے آئیں گے، اچھا یہ نہیں دکھا سکتے تو یہ دکھاؤ۔ یہ بھی نہیں تو یہ دکھا دو۔ حضورؐ سنتے رہتے اور بالآخر فرمایا، معجزہ ظاہر کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا دکھائے گا۔ قریش نے ڈھرڈھرا کر مطالبہ کیا تو حضورؐ اس جگہ سے اٹھ کر چل دیے، اس پر شور مچ گیا، یوں سمجھئے کہ تالی پٹ گئی۔ عام لوگوں نے تو کہا ہوگا کہ ہمارے سردار جیت گئے۔ اُن کے بار بار کہنے پر بھی محمد (ﷺ) کوئی معجزہ نہیں دکھا سکے۔ آپ کا وہ پھوپھی زاد بھائی بھی ساتھ تھا۔ کہنے لگا، بھائی آج تو آپؐ کی قوم نے آپ پر حجت قائم کر دی ہے۔ اب میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ یہاں سورۃ الانعام کی آیت 35 ذہن میں لائیے، جس کا ترجمہ اس طرح ہے ’’اگر آپ پر ان کا اعراض شاق گزر رہا ہے تو اگر آپ میں استطاعت ہے تو زمین میں کوئی سرنگ لگا لیجئے یا پھر آسمان پر سیڑھی لگا لیجئے اور جہاں کہیں سے لا سکتے ہو اُن کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آیئے (ہم تو نہیں دکھائیں گے)‘‘ اندازہ کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اُس وقت کس قدر ضیق میں آ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے نبی کہہ دیجئے کہ تمہارا معجزات طلب کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں۔ میں نے نہ کبھی خدائی کا دعویٰ کیا، نہ یہ کہا کہ میرے پاس علم غیب ہے، نہ میں نے یہ کہا کہ اللہ کے خزانے میرے دست تصرف ہیں۔ میں تو بس اُس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور یہ تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز باتیں ہیں جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اور یہ باتیں سراسر ہدایت اور رحمت ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لانے والے ہیں۔

اور جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو تم اُسے پوری توجہ کے ساتھ سُنا کرو، اور خاموش رہا کرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ وہ حضرات جو سمجھتے ہیں کہ نماز میں جب امام جہری قراءت کر رہا ہو تو مقتدیوں کو خود نہ پڑھنا چاہئے بلکہ خاموش رہ کر امام کی قراءت توجہ سے سننا چاہیے، اسی آیت سے دلیل لیتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی کے ساتھ پوری توجہ سے سننا چاہیے، خود نہیں پڑھنا چاہیے، کیونکہ خود پڑھنے کی صورت میں توجہ امام کی قراءت کی طرف نہیں رہے گی اور پھر یہاں تو خاص طور پر خاموش رہنے کا حکم ہے۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ہمدردی اور عیب پوشی کا صلہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهٗ، وَلَا يُسْلِمُهٗ، وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (متفق علیه)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ہلاک اور تباہ ہونے دیتا ہے۔ جس نے اپنے بھائی کی حاجت پوری کی، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پوری کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان سے سختی اور مصیبت کو دور کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ہولناک سختیوں میں سے کسی سخت مصیبت کو اس سے دور کر دے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کے عیب کو چھپایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا۔‘‘

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — شمارہ 46
6 تا 12 ذوالحجہ 1430ھ
24 تا 30 نومبر 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 5869501-03 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک.......300 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفرت کیوں؟

پاکستان میں امریکی سفیرہ محترمہ ڈبلیو این پیٹرسن نے کچھ عرصہ پہلے کہا تھا کہ ہم پاکستان کو اتنی امداد دیتے ہیں، پھر بھی حیرت ہے کہ پاکستانی ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ یہی بات کچھ مختلف انداز میں امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے پاکستان کے دورہ کے دوران کہی۔ ہمیں حیرت اس بات پر ہے کہ امریکی قیادت پاکستانیوں کی روز بروز بڑھتی نفرت کی وجہ کیوں نہیں سمجھ پا رہی۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر اُمت مسلمہ خصوصاً پاکستان کے بارے میں امریکہ اپنی پالیسیوں میں کوئی یوٹرن نہیں لیتا تو اگر امریکہ اپنے پورے خزانہ کا منہ پاکستان کی طرف کھول دے تب بھی امریکہ کے لئے پاکستانیوں کی نفرت میں کمی نہیں آئے گی۔ اُمتِ مسلمہ کے دکھوں کی کہانی تو بڑی طویل ہے اور گلے شکوے کی طویل فہرست ہے۔ اُسے ایک مضمون میں سمویا نہیں جا سکتا۔ ہم یہاں صرف پاکستان کے حوالے سے امریکی رویے کا ذکر کریں گے۔

پاکستان کی امریکہ کے بارے میں مایوسی کا آغاز 1962ء سے ہوا جب انڈیا چائنا سرحدی جھڑپوں کو عذر بنا کر امریکہ نے بھارت میں اسلحہ کے ڈھیر لگا دیئے۔ کشمیر کی سرحد اس وقت بھارتی افواج سے بالکل خالی تھی۔ پاکستانی افواج کو کشمیر میں واک اوور مل سکتا تھا لیکن امریکہ نے فوجی آمر ایوب خان کو کسی قسم کی کارروائی سے روک دیا۔ پاکستانیوں نے محسوس کیا کہ کشمیر جس کو قائداعظم نے پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا، اُسے حاصل کرنے کا سنہری موقع امریکی مداخلت کی وجہ سے کھو دیا گیا ہے۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں امریکہ نے پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی روک کر پاکستانیوں پر دوسری ضرب لگائی۔ پاکستانیوں کے لئے یہ انکشاف بھی انتہائی کربناک تھا کہ 1971ء میں پاکستان کو دولخت کرنے میں امریکہ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ انکشاف اُس وقت کے امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے خود اپنی کتاب میں کیا جو چند سال پہلے شائع ہوئی ہے۔ سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو امریکہ نے ایک بار پھر دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ پاکستان نے ماضی کو فراموش کر کے پُرجوش طریقہ سے تعاون کیا لیکن اپنے دشمن سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد امریکہ جس طرح پاکستان کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلتا بنا، پاکستانی اس بے مروتی کو کبھی نہ بھلا سکیں گے۔ پاکستانیوں کی امریکہ سے نفرت اُس وقت اپنی انتہا کو پہنچ گئی جب امریکہ نے پاکستان کے ایٹمی تجربات کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی۔ پاکستان کے لوگ بھولے اور سیدھے ضرور ہیں، احمق نہیں۔ وہ پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کے بارے میں امریکی رویے اور طرزِ عمل کا نوٹس لے رہے ہیں۔ آخری بات جس نے پاکستان اور امریکہ کی راہیں جدا کر دیں، امریکہ کا افغانستان اور عراق پر حملہ، بش کا جنگ کے آغاز پر کروسیڈ کی اصطلاح استعمال کرنا اور عرب اسرائیل تعلقات میں امریکہ کا ڈنڈی مارنا ہے۔ یہ ایسے افعال ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ پاکستانی دنیا بھر میں امریکہ کو اپنا بدترین دشمن گردانتے ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں امریکی ڈرون حملے اس نفرت میں مزید شدت پیدا کر دیتے ہیں۔ نائن الیون کے سانحہ میں کوئی افغانی ملوث نہیں تھا، پھر بھی امریکہ نے افغانستان میں اُبھرتی اسلامی حکومت کو تہس نہس کر دیا۔

اب جبکہ امریکہ افغانستان میں بُری طرح پھنس گیا ہے تو بجائے اس کے جرأت مندانہ انداز میں اپنی شکست کو تسلیم کرے اور واپس لوٹ جائے اپنی بلا پاکستان کے سر تھوپنا چاہتا ہے۔ پشاور اور اسلام آباد میں رسوائے زمانہ تنظیم بلیک واٹر کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ امریکہ پاکستان میں کسی بڑی واردات کا ارتکاب کرنا

چاہتا ہے۔ پاکستانیوں کی رائے میں امریکہ پاکستانی حکومتوں کو ڈالروں کا لالچ اپنے ہی شہری مارنے پر مجبور کر رہا ہے۔ جہاں تک اُس کی امداد کا تعلق ہے وہ بھی عام شہری تک نہیں پہنچتی۔ درحقیقت بدعنوان قیادت کو کھلا پلا کر امریکہ اس خطے میں اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ قیادت کی بدعنوانیوں کا بوجھ عام شہری کے کاندھوں پر منتقل ہو جاتا ہے۔ جب IMF کی طرف سے بجلی کے بل بڑھانے کا مطالبہ آتا ہے تو عوام کے غیظ و غضب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو اگر پاکستانیوں کے دل جیتنے ہیں تو اُنہیں اپنے رویے میں ہمالائی تبدیلی لانی ہوگی۔ اُنہیں جہاں اپنے سٹریٹیجک مفادات کا تحفظ رکھنا ہوگا وہاں پاکستان کی حکومتوں کی بجائے پاکستان کے 18 کروڑ عوام کے مفادات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت یکسر بند کرنا ہوگی۔ امریکہ پاکستان کو مالی امداد دینے کا پابند نہیں لیکن اگر مالی امداد کا کوئی معاہدہ طے پائے تو اُسے باوقار اور باعزت طریقہ اختیار کرنا ہوگا اور اگر وہ پاکستان سے دوستی کا دعویدار ہے تو اُسے اپنے دوست کے بارے میں مہذب زبان اختیار کرنی چاہیے۔ یہ دستاویز دوستی ظاہر کرے نہ کہ غلامی کا طوق بنا کر پاکستانیوں کے گلے میں ڈال دی جائے۔ پھر یہ کہ بھارت اور پاکستان سے یکساں سلوک کرنا ہوگا۔ اُسے مشرقِ وسطیٰ میں قیام امن کے لئے عدل کے تقاضے پورے کرنا ہوں گے۔ ایٹمی اسلحہ اگر عالمی امن کے لیے خطرہ ہے تو صرف پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کے پیچھے ہاتھ دھو کر نہ پڑے، ساری دنیا کو اس خوفناک ہتھیار سے پاک کرنے کی مہم چلائے اور خود اس سلسلے میں پہل کرے۔ اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایشیائی لوگ اس خطرناک ہتھیار کو سنبھالنے کے قابل نہیں تو سارے جنوبی ایشیا سے اسے پاک کرے۔ صرف پاکستانی ایٹم بم کو اسلامی بم کا نام دے کر اس کے خلاف میڈیا میں مہم چلانے سے تو پاکستانیوں کا دل جیتا نہیں جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک امریکہ کے دماغ سے عالمی تھانیدار بننے کا خناس نہیں نکلتا، دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔

❁ ❁ ❁

قرآن کا پیغام | **خلافت کا قیام**

تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی حافظ **عاکف سعید** صاحب

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم کا

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن' حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

جن شہروں میں کوریئر سروس موجود ہے وہاں بذریعہ کوریئر بصورت دیگر ڈاک کے ذریعے اس خطاب کا کیسٹ اگلے ہی دن یعنی ہفتے کے روز آپ کے پتے پر ارسال کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس۔ 750 روپے ﴿TDK کیسٹ﴾

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد' منی آرڈر یا پھر ڈرافٹ کے ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org سے براہ راست یا Download کر کے بھی سنا جاسکتا ہے۔

تنظیم اسلامی

67/A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

مزید معلومات کے لئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

فون نمبرز 6316638/6366638 فیکس: 6271241

Email:markaz@tanzeem.org

websit:www.tanzeem.org

بقیہ: کالم آف دی ویک

بوسے دینا وہ سعادت خیال کرتے ہیں۔ ان درندوں کے پاؤں پر سر رکھنا ان کے لئے دنیوی اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ یہ نہ صرف اس کی درندگی کو درندگی نہیں کہتے بلکہ اس کی غلامی کو ماتھے کا جھومر بناتے ہیں۔ اس کے ساتھ مل کر افغانوں کا ہانکا لگاتے اور شکارگاہ کی طرف لے کے آتے ہیں تاکہ گورے آقا نشانہ بازی کا ہنر آزما سکیں۔ انہیں ابوغریب، بگرام اور گوانتاناموکی کوئی کہانی یاد نہیں۔ ''انسانیت'' کے ان پرچم برداروں اور ''درندوں'' کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والوں کو تو یہ بھی یاد نہیں کہ ان کی ایک بیٹی پر کیا گزر رہی ہے جس کا نام عافیہ ہے اور جسے تلاشی کے نام پر روز برہنہ ہونے اور قرآن کریم پر پاؤں رکھ کر واش روم تک جانے کا حکم ملتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی درندگی کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

بشیر بلور صاحب اور یوسف رضا صاحب! بجا کہ معصوم انسانوں کی زندگیوں سے کھیلنے والے انسان نہیں درندے ہیں۔ تسلیم کہ درندوں سے کوئی بات چیت نہیں ہوسکتی لیکن کیا انسانیت اور درندگی کے معیار بدلتے رہتے ہیں؟ سوات اور وزیرستان کے درندوں کے نامہ اعمال کی تیرگی، واشنگٹن اور لندن کے درندوں کی زلف میں پہنچ کر حسن کیوں بن جاتی ہے؟ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

حیاتِ دنیوی کی حقیقت

سورۃ الکہف کی آیات 45، 46 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 6 نومبر 2009ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الکہف کی آیات 45، 46 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ سے پیوستہ جمعہ کے خطاب میں سورۃ الکہف کے چوتھے رکوع کی روشنی میں فتنہ دجالیت پر گفتگو ہوئی تھی۔ یہ بات واضح کی گئی تھی کہ دورِ حاضر جو دجالی فتنے کا دور ہے، اس دور کا سب سے بڑا شرک مادہ پرستی ہے۔ مادہ پرستی کا مظہر یہ ہے کہ انسان کا توکل و اعتماد اللہ کی ذات پر نہیں رہا، مادہ وسائل اور اسباب پر ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ وسائل و اسباب بھی اللہ ہی کے پابند ہیں۔ مادیت کا نتیجہ میں خود مسلمانوں میں یہ سوچ پیدا ہو گئی ہے کہ دنیا میں فتح و کامرانی اسی کو حاصل ہو گی جس کے پاس مادی و اسلحی قوت زیادہ ہو گی، (نعوذ باللہ) ہمیں اللہ کی مدد و نصرت کا سہارا نہیں لینا چاہیے، اپنے جنگی وسائل اور ٹیکنالوجی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ یہ مادہ پرستانہ سوچ ایمان سے یکسر متصادم ہے۔ اگرچہ اسلام اسباب کی نفی نہیں کرتا لیکن یہ بات کھول کر بیان کرتا ہے کہ مسبب الاسباب اللہ ہی کی ذات ہے۔ اسباب و وسائل اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ کے اذن سے ہوتا ہے۔ اُس کا اذن نہ ہو تو خواہ تمام اسباب بھی جمع ہوں، پھر بھی کچھ نہیں ہو گا۔ اُس کی مرضی کے بغیر درخت کا ایک پتا بھی نہیں گر سکتا۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾﴾ (التغابن)

”کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔“

اسی لیے تو ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب بھی مستقبل کے کسی کام کے بارے میں بات کریں تو ساتھ ”ان شاء اللہ“ ضرور کہیں۔ ”ان شاء اللہ“ ہمارے بنیادی عقیدے اور کلچر کا حصہ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو یہ کام ہو گا، ورنہ نہیں ہو گا۔ مثلاً آپ کو اسلام آباد جانا ہے۔ اس کے لیے تمام اسباب موجود ہیں۔ صحت و تندرستی بھی ہے۔ گاڑی بھی ٹھیک ہے۔ آپ نے دفتر سے چھٹی بھی لے لی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر اللہ نہ چاہے تو اسلام آباد نہیں جا سکتے۔ اس لیے کہ یہ اسباب جو اللہ نے فراہم کیے ہیں، اُن کو وہ ختم بھی کر سکتا ہے۔ آپ بیمار ہو سکتے ہیں۔ گاڑی خراب ہو سکتی ہے۔ چھٹی منسوخ ہو سکتی ہے، یا کوئی اور مجبوری پیش آ سکتی ہے۔ لہٰذا بھروسہ و اعتماد اسباب پر نہیں، اللہ کی ذات پر ہونا چاہیے۔ اسباب، وسائل، جنگی قوت، اسلحہ اور ٹیکنالوجی کی اہمیت اپنی جگہ، لیکن فتح و نصرت ان پر منحصر نہیں اللہ کی نصرت اور مدد پر منحصر ہے۔ بندۂ مومن کا ایمان اسی حقیقت پر ہوتا ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اقبال کا یہ شعر محض شاعرانہ خیال نہیں، آج کے مادہ پرستی کے دور میں طالبان افغانستان نے اسے سچ کر دکھایا۔ طالبان جنہیں ہمارے حکمران اور میڈیا بدنام کر رہے ہیں، وہ لوگ ہیں جو مکمل نہتے اور اسلحی قوت کے اعتبار سے انتہائی کمزور ہونے کے باوجود امریکہ کے سامنے ڈٹ گئے۔ امریکہ اور نیٹو دنیا بھر کی جنگی قوت لے کر افغانستان پر چڑھ دوڑے۔ طالبان نے حکومت چھوڑ دی، اس لیے کہ دو بدو مقابلہ تو تھا نہیں، امریکہ فضاؤں سے ڈیزی کٹر بم برسا رہا تھا، جس میں ہزاروں بے گناہ لوگ شہید ہو رہے تھے، لیکن انہوں نے گھٹنے نہیں ٹیکے اور ایک دن بھی امریکہ کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوئے۔ آج بھی وہ اپنی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے سرشار امریکہ اور اتحادیوں سے نہایت کامیابی سے نبرد آزما ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا تسلیم کر رہی ہیں کہ طالبان کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ طالبان کی کامیابی کا ثبوت یہ ہے کہ آٹھ سالہ تباہی کے باوجود بحمد اللہ نہ صرف اُن کی اصل قیادت محفوظ ہے، بلکہ اُن کی جنگی قوت میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سب اس بات کا مظہر ہے کہ انہیں اللہ کی مدد حاصل ہوئی ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ دنیا بھر کی جنگی قوت کا مقابلہ کرتے۔ بلاشبہ انہوں نے امریکہ کے مقابلے میں جو سٹینڈ لیا وہ صرف اور صرف ایمانی طاقت کے سہارے لیا ہے —— اس کے برعکس معاملہ ہمارا ہے۔ نائن الیون کے بعد طالبان کی طرح ہمیں بھی دھمکی دی گئی کہ ہمارا ساتھ دو ورنہ ہم تمہیں پتھر کے دور میں دھکیل دیں گے۔ اس کے باوجود کہ ہم مسلم دنیا کی واحد ایٹمی قوت تھے، لیکن چونکہ اللہ پر توکل و اعتماد کے سرمائے سے تہی دست تھے، لہٰذا ایک ہی فون کال پر امریکہ کے آگے سجدہ ریز ہو گئے۔ امریکہ کے اس وقت کے آرمی چیف ٹومی فرینکس نے کچھ عرصہ پہلے ایک کتاب لکھی۔ امریکی جنرل نے کتاب میں لکھا ہے کہ ہم نے صدر پاکستان پرویز مشرف کے سامنے سات مطالبات رکھے تھے۔ خیال تھا کہ ان میں سے دو تین وہ مان لیں گے، لیکن اُس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب پاکستانی جرنیل نے ہمارے ساتوں کے ساتوں مطالبات تسلیم کر لیے۔ درحقیقت آج اسی سجدہ ریزی اور ”وفاداری“ کا خمیازہ پوری قوم بھگت رہی ہے۔ ملک میں بدامنی کی جو خوفناک لہر ہے، یہ امریکی اتحاد میں شامل ہونے کا نتیجہ ہے۔ ملک میں دہشت گردی کی جو وارداتیں ہو رہی ہیں ان کے پیچھے ”را“ اور ”موساد“ کا ہاتھ ہے۔ طالبان پر ان کا الزام محض انہیں بدنام کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے، جیسے کے بہت سے کالم نگار بھی اب لکھ رہے ہیں کہ بے انصافی اور ظلم کا شکار کچھ لوگ بیرونی ایجنسیوں کے آلہ کار بن رہے ہوں۔ لیکن بنیادی طور پر یہ ہماری غلط حکمت عملی اور ظالمانہ پالیسیوں کا کیا دھرا ہے کہ اس وقت ملک خوف و دہشت کے عذاب کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے۔ جگہ جگہ ناکے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود بدامنی کا عفریت معصوم اور بے گناہ لوگوں کو نگل رہا ہے۔ یہ اللہ کی ناشکری اور اُس کے دین سے بے وفائی

کی سزا ہے جو ہمیں مل رہی ہے۔ ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اللہ پر اعتماد و توکل کی بجائے امریکہ پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ اُس کی مادی طاقت سے مرعوب ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب انداز فکر مادہ پرستانہ ہے، تو پھر امریکہ ہی کو سب کچھ سمجھیں گے۔ ہمیں انداز فکر کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ خدارا! مادہ پرستی سے ذہنوں کو نکال کر خدا پرستی کی طرف لائیے۔ اللہ پر توکل و اعتماد کیجیے، طالبان کی مزاحمت اور جرأت و ہمت کا سبق بھی یہی ہے کہ اگر اللہ پر ایمان اور اُس پر توکل کے سہارے امریکہ کو صاف جواب دے دیا جائے، تو وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہاں لیکن اس کے لیے اللہ کے دین کا علم بلند کرنا ہوگا۔ اُس کے ساتھ وفاداری کی روش اپنانا ہوگی، ورنہ ذلت و رسوائی سے چھٹکارا نہیں پاسکیں گے۔ سورۃ الکہف کے چوتھے رکوع میں جس پر پچھلی نشست میں بیان ہوا تھا، اُس میں باغ والوں کے قصے میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے۔ اس قصے کا حاصل بھی یہی ہے کہ توکل و بھروسہ اسباب پر نہ ہو اللہ پر ہونا چاہیے۔ باغ والے شخص نے اسباب پر بھروسہ کیا تو اللہ نے اُس کے دونوں عمدہ باغات غارت کر دیئے۔ اب اس سے اگلے رکوع میں دنیا کی زندگی کی مثال بیان فرما کر دنیا و اسباب کی ناپائیداری اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ﴾

”اوراُن کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کردو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔ تو اُس کے ساتھ زمین کو روئیدگی مل گئی۔“

غور کیجیے، زمین خشک پڑی ہوئی ہوتی ہے، لیکن اس میں پوٹینشلز موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب آسمان سے باران رحمت برستا ہے تو پانی اور مٹی کے امتزاج سے زمین سے سبزہ نکل آتا ہے اور کھیتی لہلہا اُٹھتی ہے۔

﴿فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيٰحُ﴾

”پھر وہ چورا چورا ہوگئی کہ ہوائیں اُسے اُڑاتی پھرتی ہیں۔“

کسان نے اچھی امید پر زمین میں بیج ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی، اور فصل نکل آئی اور پروان چڑھے گی۔ جب فصل پک کر تیار ہوگئی اور اُس پر زردی غالب آ گئی تو کاٹ ڈالی گئی، اور وہ ہوا میں اڑتا ہوا چورا ہوگئی۔

> ”اوراُن کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کردو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔ تو اُس کے ساتھ زمین کو روئیدگی مل گئی“ (القرآن)

آخر میں فرمایا:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ (الکہف)

”اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

قرآن حکیم نے یہ مثال بیان کر کے حیات دنیوی کی حقیقت کو روز روشن کی طرح آشکارا کر دیا ہے۔ انسان کی زندگی اُسی قدر عارضی اور ناپائیدار ہے جتنی ایک فصل ہوتی ہے کہ چند ماہ میں اگتی، نشوونما پاتی، شباب کو پہنچتی اور بالآخر ہوا میں اڑتا ہوا چورا ہو جاتی ہے، اور زمین ایک مرتبہ پھر بنجر و بے گیاہ ہو جاتی ہے۔

ایک انسان اور فصل کی زندگی میں گہری مشابہت ہے۔ ایک فصل جب لہلہاتی ہے تو کسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ میری محنت رنگ لائی۔ اسی طرح جب ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو گھر والے خوشی مناتے ہیں۔ اس کے بعد وہ زندگی کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے اور ہر ایک کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ ادھیڑ عمر کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر بڑھاپے کی منزل اُس کا استقبال کرتی ہے، اور پھر اُس پر موت آ جاتی ہے اور مٹی کا پیوند ہو جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک فصل جو مراحل چھ مہینوں میں طے کرتی ہے، انسان انہی مراحل کو طے کرنے میں 80,70,60 سال لگا دیتا ہے۔ پھر یہ کہ نباتاتی فصل یکبارگی ہی کاٹ لی جاتی ہے۔ انسانوں کو اللہ ایک ایک کر کے اُٹھاتا ہے۔ اس کے علاوہ فصل اور انسان کے لائف سرکل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک نباتاتی فصل کی طرح انسانی زندگی بھی انتہائی ناپائیدار اور عارضی ہے۔ یہ بڑی نادانی کی بات ہے کہ یہاں کی فانی اور ناپائیدار زندگی کے لیے انسان دائمی اور حقیقی زندگی کا خسارہ مول لے لے۔ افسوس کہ آج کا انسان مادیت پرستی کے چنگل میں گرفتار ہے۔ لہٰذا یہاں کی حیات چند روزہ ہی اُسے حقیقی زندگی لگتی ہے۔ اس کو پرکشش بنانے اور سنوارنے کے لیے وہ ہر طرح کے جتن کرتا ہے۔ اُس کی بے لگام حرص و ہوس بڑھاپے تک اُس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ وہ دنیا اور مال و دولت اسباب کے

حافظ عاکف سعید

پریس ریلیز 19 نومبر 2009ء

پاکستان کا نام بدلنے کی تجویز اسلام دشمن قوتوں کے خبثِ باطن کا اظہار ہے

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا ہے کہ پاکستان کا نام بدلنے کی تجویز اسلام دشمن قوتوں کا خبث باطن ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تشخص کے خلاف ہرزہ سرائی کو ماضی میں بھی کبھی پزیرائی نہیں ملی اور نہ ہی مستقبل میں ایسا کوئی امکان ہے انہوں نے کہا کہ ملک کا نام بدلنے اور اس تجویز کی حمایت کرنے والی جماعت کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا اور اس کی بقاء اور سلامتی کا انحصار صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ ایسے موقع پر جب ملک شدید اندرونی و بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے اس کا نام بدلنے کی تجویز جیسی باتیں بے وقت کی راگنی ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

لیے تمام عمر بے چین رہتا ہے، اور جائز و ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ قبر میں جا پہنچتا ہے۔ اُسے یہ خیال بھی نہیں آتا کہ جس مال کے لیے اپنا ایمان بیچ رہا ہے، وہ مال اُس کا ہے ہی نہیں، وہ تو اُس کے وارثوں کا

> اسباب، وسائل، جنگی قوت، اسلحہ اور ٹیکنالوجی کی اہمیت اپنی جگہ، لیکن فتح و نصرت ان پر منحصر نہیں
>
> اللہ کی نصرت اور مدد پر منحصر ہے۔ بندۂ مومن کا ایمان اسی حقیقت پر ہوتا ہے

ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ تمہارا مال صرف وہی ہے جو تم نے صدقہ یا خیرات کر کے جاری رکھا یا کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔'' (الترمذی) جب انسان کا بنک بیلنس بڑھتا ہے، کارخانوں اور فیکٹریوں میں اضافہ ہوتا ہے، تجارت کا حجم بڑھتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے کہ میں مالدار ہو گیا ہوں۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ جب آنکھ بند ہو گئی تو اُس کا یہ مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا بلکہ روزِ محشر اُسے اپنی دولت کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔ آخرت کی جوابدہی تو مشکل ہے ہی، دنیا کی زندگی میں بھی اہلِ ثروت کا معاملہ یہ ہے کہ بسا اوقات یہ لوگ طرح طرح کے عوارض کا شکار ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اللہ کی دی گئی نعمتیں اور انواع و اقسام کی غذائیں استعمال نہیں کر سکتے۔ قرآن حکیم کے نزدیک یہ لوگ سخت نقصان اور گھاٹا اُٹھانے والے نہیں، جو دنیا سنوارنے میں لگے رہے اور انہیں آخرت کا خیال ہی نہ آیا۔

﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾﴾ (الکہف)

''کہہ دو کہ ہم تمہیں (ان لوگوں کے بارے میں) بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں۔ وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔''

انہیں ایک ہی غم، ایک ہی فکر لاحق رہی، ایک ہی سوچ نے انہیں گھیرے رکھا کہ جیسے بھی ہو دنیا کماؤ، جائز و ناجائز اور حلال حرام کی پروا کیے بغیر مال جمع کرو۔ وہ سمجھتے رہے کہ ہم بہت اچھا اور نتیجہ خیز کام کر رہے ہیں کہ ایک چھابڑی سے کاروبار شروع کیا تھا اور اب کئی کئی ملوں اور فیکٹریوں کے مالک ہیں۔ اب ہمارا اربوں کا بنک بیلنس ہے۔ ہم نے اس مقام پر پہنچنے کے لیے بڑی محنت کی، دن کا آرام اور راتوں کی نیند قربان کی۔ بال بچوں کو وقت نہیں دیا۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ خسارے میں رہے۔ ان کی تمام تر محنت کا حاصل کیا ہوا؟ کہ دنیا میں بھی سب سے زیادہ جسمانی مشقت کی اور ذہنی پریشان اور تفکرات کا شکار رہے، اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لیے بھی کوئی زادِ راہ ساتھ نہ لے سکے، اور وہاں بھی ناکام ہوئے۔ کس قدر افسوس ہے ان لوگوں پر جنھوں نے دن رات محنت کی لیکن مآل کار ناکام رہے۔ آخرت کی حقیقی زندگی کی کامیابی کا سامان نہ کر سکے۔

آگے فرمایا:

﴿اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ۚ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾﴾ (الکہف)

''مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں، اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں تو ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور اُمید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔''

مال و اولاد کو اللہ نے دنیا کی زینت بنایا۔ آج کے دجالی فتنے کے دور میں تو اس کی زیب و زینت و کشش تو اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ زن، زر اور زمین وہ چیزیں ہیں جن کی ہر دور میں کشش رہی ہے، موجودہ دور میں سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے انسان نے جو آسائشیں حاصل کی ہیں، اُن کی وجہ سے زندگی جتنی پُرکشش آج بن گئی ہے، اتنی اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ گھروں اور دفاتر میں ایئر کنڈیشنر آ گئے ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک سواریاں ہیں۔ عالی شان رہائشیں ہیں۔ امریکہ کی جو ایلیٹ کلاس ہے، اس کے پاس اپنے ایئر کرافٹس ہیں، اپنی پرائیویٹ کشتیاں ہیں، جب چاہتے ہیں فضاؤں میں چلے جاتے ہیں، جب دل کرتا ہے سمندروں کا رُخ کر لیتے ہیں۔ وہاں کی سڑکوں اور عمارتوں کو دیکھ کر انسان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ یہ چمک دمک جو آج انسانی تمدن میں ہے، پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہی زیب و زینت انسان کے لیے سب سے بڑا حجاب بن گئی ہے۔ اس کی وجہ سے حیاتِ آخرت پر سے نگاہ ہی ہٹ گئی ہے۔ سب کچھ اس دنیا ہی کو سمجھ لیا گیا ہے۔ لوگوں کے دل و دماغ میں یہی سوچ ہے کہ ع

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اللہ تعالیٰ ہمیں دجالی دور کے اس فتنے سے بچائے اور اپنی خوشنودی نصیب فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور'' میں

6/دسمبر بروز اتوار تا 12/دسمبر 2009ء بروز ہفتہ نماز ظہر

مبتدی تربیت گاہ

منعقد ہو رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ مبتدی رفقاء اس میں شامل ہوں۔ اس کے علاوہ

11/دسمبر بروز جمعۃ المبارک تا 13/دسمبر بروز اتوار

امراء و نقباء ورکشاپ

بھی منعقد ہوگی۔ حلقہ پنجاب وسطی کے امراء و نقباء بھی اس میں شرکت کریں گے۔

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت — برائے رابطہ: (042)36316638 36366638-36293939

عربی زبان سے عدم واقفیت کا فتنہ

پروفیسر عبداللہ شاہین

آج کل ''امام بخاری ؒ'' اور اُن کی کتاب ''صحیح بخاری'' کے خلاف ایک پروپیگنڈا مہم جاری ہے۔ چنانچہ چند روز قبل میں دانت کی تکلیف کے باعث علیک سلیک والے ایک ڈاکٹر صاحب کے ڈینٹل کلینک میں گیا تو انہوں نے علاج معالجہ کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے کولڈ ڈرنک سے تواضع کے ساتھ ساتھ کاغذوں کا ایک طومار میرے سامنے رکھا اور فرمانے لگے، میں علاج معالجہ کے ساتھ ساتھ آپ جیسے پڑھے لکھے حضرات کی توجہ اس جانب مبذول کرانا بھی اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ امام بخاری جن کی کتاب کو ''صحیح بخاری'' کہا جاتا ہے، اور احادیثِ رسول ﷺ کی کتابوں میں سب سے افضل گردانا جاتا ہے، اُس میں ناموسِ رسالت کے خلاف کیسی کیسی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ میں ششدر رہ گیا اور عرض کی، ''یہ آپ کیسی عجیب باتیں کر رہے ہیں۔'' انہوں نے کاغذ کے ایک پلندہ سے ایک ورق نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا، جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

''ہم سے ابونعیم (فضل بن دکین) نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ انصاری نے، انہوں نے حمزہ بن ابی اسیدؓ، سے انہوں نے اپنے والد ابوسعید سے ـــــــ انہوں نے کہا ہم (ایک بار مدینہ سے) آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکلے، ایک احاطہ والے باغ پر پہنچے جس کا نام شوط تھا۔ وہاں جا کر دو اور باغوں کے بیچ میں بیٹھے۔ آپؐ نے ہم لوگوں سے فرمایا، تم لوگ یہیں بیٹھو اور آپؐ باغ کے اندر تشریف لے گئے۔ وہاں جون قبیلے کی ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس لائی گئی۔ اس کو کھجور کے باغ میں ایک گھر میں اتارا تھا۔ اس عورت کا نام امیمہ بنت نعمان شراحیل تھا۔ اس کے ساتھ اس کی انا کھلائی بھی تھی (اس کا نام معلوم نہیں ہوا)۔ جب آنحضرت ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے تو آپؐ نے فرمایا، اپنی جان مجھ کو بخش دے۔ اس (کمبخت) نے زبان سے کیا نکالا کہیں بادشاہزادیاں بھی اپنی جان عوام الناس (یعنی رعیت) کو بخشا کرتی ہیں۔ آپؐ نے (اس سخت کلمے پر بھی پیار سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے دل کو تشفی ہوئی۔ وہ کیا کہنے لگی، میں تم سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا: تو نے ایسے کی پناہ لی جو پناہ لینے کے قابل ہے۔ اور آپؐ باہر آ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوسعید اس کو ایک جوڑا کپڑے کا (احسان کے طور پر) دے دے، اور اس کے گھر والوں میں پہنچا دے۔''

میں بھونچکا رہ گیا۔ اس روایت اور عبارت سے کچھ ایسا تاثر ملتا تھا کہ خدانخواستہ نبی اکرم ﷺ کسی باغ کے گوشۂ تنہائی میں کسی نامحرم عورت کے پاس گئے (حالانکہ یہ آپؐ کی عصمت کے شایان شان ہی نہیں) جس نے خود کو بچانے کے لیے ایسا ناپسندیدہ رویہ اور ایسے گستاخانہ کلمات استعمال کیے۔ (العیاذ باللہ) میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں ابھی کچھ کہہ نہ پایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک اور وار کیا اور یوں گویا ہوئے۔

''جناب بخاری میں تو ایسا شرمناک اور گندہ مسئلہ بھی ہے کہ مرد اپنی بیوی کی پاخانہ کی جگہ میں بھی جماع کر سکتا ہے'' اور ساتھ ہی ایک اور ورق میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ جس کی عبارت یوں تھی۔

عبدالصمد بن عبدالوارث سے روایت ہے۔ کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا۔ کہا مجھ سے ایوب نے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمرؓ سے۔ انہوں نے کہا: ''فَأْتُوا حَرْثَكُم'' سے مراد ہے کہ عورت سے (دُبر میں) جماع کرے۔

میں دم بخود رہ گیا اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ میں صحیح بخاری کے اصل نسخہ (یعنی عربی عبارت) دیکھنے کے بعد آپ سے بات کروں گا۔ فی الحال آپ میرا دانت نکال کر مجھے فارغ کیجیے۔ مگر وہ تو جیسے اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ کہنے لگے، ایسی روایات کی وجہ سے ہی تو ''رنگیلا رسولؐ'' اور ''Satanic Verses'' جیسی کتابیں لکھی گئیں۔ میں سمجھ گیا کہ کسی 'منکر حدیث' نے یا امام بخاری ؒ سے بغض و تعصب رکھنے والے کسی شخص نے ان کے ذہن میں خوب زہر بھرا ہے۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے قدرے برہم ہو کر کہا، ڈاکٹر صاحب! اپنے ایمان کی خیر منایئے! ''رنگیلا رسولؐ'' تو ایک غیر مسلم نے لکھی تھی جسے غازی علم الدین شہید نے قتل کر کے واصلِ جہنم کیا تھا اور ملعون سلمان رشدی بھی ایک غلیظ کردار، شاتم رسول ہے۔ جس نے احادیث رسول ﷺ پہ اعتراضات کی بجائے آیاتِ قرآنی کو موضوعِ بحث بنانے کی جسارت کی ہے اور اُسے بھی واجب القتل قرار دیا جا چکا ہے۔ تاہم میں کل آپ سے نمازِ ظہر کے وقت مسجد میں بات کروں گا۔

اگلے دن جب میں اُن سے ملا تو میرا پہلا سوال تھا۔ ''کیا آپ عربی جانتے ہیں یا اُس کی شُد بُد ہی رکھتے ہیں؟'' بولے ''جی نہیں! میں تو صرف اُردو زبان ہی جانتا ہوں''۔ ''یہ کمی ہی اصل خرابی کی جڑ ہے۔'' میں نے جواب دیا اور بخاری کا اصل عربی متن اُن کے سامنے رکھ دیا۔ جو یوں ہے:

وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنِي أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، ﴿فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ قَالَ يَأْتِيهَا فِي رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔

اور اب اُن سے پوچھا، بتایئے! کون سا لفظ ہے، جس کا ترجمہ ''دُبر میں'' کیا گیا ہے۔ کیونکہ امام بخاری ؒ نے تو روایت کو ''يَأْتِيهَا فِي'' پہ ختم کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب ہکا بکا رہ گئے۔ مگر خِفت مٹانے کے لیے کہنے لگے۔ ''دیکھئے نا! بخاری کے اُردو ترجمہ میں یہ الفاظ چھپے ہوئے تو ہیں ناں۔'' میں نے جواباً وضاحت کی۔ ''دراصل یہ مترجم وحید الزماں کا اپنی طرف سے اضافہ ہے جو اُس نے بریکٹ میں یہ الفاظ (دُبر میں) لکھ کر کیا ہے۔ اس طرح نہ صرف اردو دان عوام الناس کو فتنہ میں ڈال دیا ہے بلکہ انکارِ حدیث کی راہ بھی ہموار کی ہے۔'' ڈاکٹر صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ مگر میں نے اُن کی تشفی کے لیے دوسری روایت کا مکمل متن بھی اُن کے سامنے رکھتے ہوئے واضح کیا۔ ''باغ والے واقعہ کی جس روایت پہ آپ ناقد ہو رہے تھے اُس کا ملحق آخری حصہ یوں ہے۔''

وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّيْسَابُورِيُّ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ وَاَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَيْمَةَ بِنْتَ شَرَاحِيْلَ فَلَمَّا اُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهُ اِلَيْهَا فَكَاَنَّهَا كَرِهَتْ ذٰلِكَ فَاَمَرَ اَبَا اُسَيْدٍ اَنْ يُّجَهِّزَهَا وَيَكْسُوَهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَّيْنِ۔

جس میں راویوں کے صاف الفاظ ہیں ”قَالَا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَيْمَةَ بِنْتَ شَرَاحِيْلَ“، یعنی نبی پاک ﷺ نے باغ والے واقعہ میں مذکور عورت ”اُمیمہ“ سے نکاح کیا تھا۔ جس کی خلوت کے لیے باغ میں موجود ایک گھر میں ہی انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب آپؐ اُس سادہ سے حجلۂ عروسی میں داخل ہوئے تو اُس بدبخت نے بدتمیزی کی کیونکہ وہ قبیلہ جَون کی رئیس زادی تھی اور خود کو شہزادی سمجھتے ہوئے اس کے دماغ میں نخوت بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ اُس نے چند نازیبا کلمات کے علاوہ جوں ہی ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ“ کے الفاظ استعمال کیے، آپ ﷺ اُسے طلاق دے کر باہر تشریف لے آئے۔ یہی بات بخاری شریف میں موجود اس سے ماقبل حدیث میں بھی ہے کہ امام اوزاعی نے امام زُہری سے پوچھا: ”اَيُّ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اسْتَعَاذَتْ مِنْهُ“، یعنی نبی پاک ﷺ کی کون سی بیوی نے آپ سے اللہ کی پناہ مانگی تھی؟ چنانچہ شائبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آپؐ کی ذاتِ مبارک و اقدس کسی نامحرم عورت کی خلوت میں جائیں۔ آپؐ کا تو مقام و مرتبہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ مسجد میں معتکف تھے۔ حالتِ اعتکاف میں آپؐ کی ایک بیوی آپؐ سے ملنے کے لیے آئیں۔ آپؐ اُسے رخصت کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک آئے۔ ایک شخص گلی میں سے گزر رہا تھا، جس کی نظر آپؐ اور آپؐ کی زوجہ محترمہ پر پڑی اور وہ آگے گزر گیا۔ مگر آپؐ نے فوراً اُس کو آواز دی اور فرمایا: اے فلاں! یہ میری بیوی ہے۔ اُس نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آپؐ کیا فرما رہے ہیں۔ (میرے ذہن میں تو شک کا شائبہ تک نہیں) آپؐ نے فرمایا: شیطان انسان کے جسم میں خون کی گردش کی طرح دوڑ جاتا ہے۔ میری اس وضاحت سے ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ تائب ہوئے اور فرمانے لگے میں ابھی جا کر کاغذوں کا پلندہ فلاں شخص کے منہ پر مارتا ہوں۔ قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ ”عربی زبان“ کی تدریس کس قدر ضروری اور مفید ہے اور اس سے عدمِ واقفیت دین و ایمان کے لیے کس قدر خطرناک ہے!

احرام کی حالت میں چند ممنوع کام

حافظ محمد مشتاق ربانی

احرام کو احرام اس لیے کہتے ہیں کہ اسے باندھنے کے بعد آدمی پر بعض امور حرام ہو جاتے ہیں۔ احرام پہنے ہوئے شخص کو ”مُحْرِم“ کہتے ہیں۔ مُحرم جب تک احرام کھول نہ لے اس کے لیے حالتِ احرام میں چند خاص امور سے بچنا ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کر لے اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران کوئی شہوانی فعل نہ کرے، اور نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔“ (البقرۃ: 197) آیت کے اس جز میں رفث، فسوق، اور جدال کے ساتھ لائے نفی جنس وارد ہوا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان تینوں امور سے بچنا لازمی ہے۔

احرام کی حالت میں جو امور ممنوع ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔ کچھ امور وہ ہیں جو عام حالات میں بھی منع ہیں لیکن احرام کی حالت میں ان کی شدت بڑھ جاتی ہے، جیسے فسوق اور جدال ہیں۔ اور کچھ امور ایسے ہیں جو عام حالات میں جائز ہیں لیکن احرام کی حالت میں ممنوع ہیں جیسے مجامعت اور بری (خشکی کے) جانوروں کا شکار کرنا وغیرہ۔ ذیل میں دونوں طرح کے چند افعال کا اختصار کے ساتھ ذکر ہے، جو حالتِ احرام میں منع ہیں۔ (چاہے احرام حج کے لیے باندھا گیا ہو یا عمرہ کے لیے۔)

1 رفث

یہ ایک جامع لفظ ہے، جس کے معنی ”جماع“ کے ہیں، لیکن اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جو جماع کے دواعی اور مقدمات ہیں۔ احرام کی حالت میں نہ صرف مرد و زن کا باہمی تعلق منع ہے بلکہ ان کے مابین ایسی گفتگو بھی ممنوع ہے جو رغبتِ شہوت پر مبنی ہو۔ اس سے حج فاسد ہو جاتا ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اگر ایسا بھول کر یا مجبوری کے عالم میں ہو جائے تو حج فاسد نہیں ہوگا۔

2 فسوق

فِسق اور فُسوق دونوں ایک ہیں اور یہ دونوں فَسَقَ يَفْسُقُ (ن) سے مصدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کا نام فسق ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾ (الکہف: 50) ”تو وہ (ابلیس) اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا“ ویسے تو یہ فسق عام حالات میں بھی ناجائز ہے لیکن احرام کی حالت میں فسق کا ارتکاب کرنا سخت گناہ ہے۔ صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص اللہ کے لیے حج کرے، جس میں شہوت اور گناہ کی بات نہ کرے، تو وہ نومولود بچہ کی طرح پاک ہو جاتا ہے۔“

3 جدال

جدال کے معنی ایک دوسرے کو پچھاڑنے کے ہیں۔ جدال ایسی گفتگو کو بھی کہتے جس میں ایک فریق دوسرے فریق پر غالب آنے کی کوشش کرے۔ اسی لیے مفسرین کرام نے احرام کی حالت میں مار پیٹ، ہاتھا پائی، زبانی حجت و تکرار حتیٰ کہ خادم کو ڈانٹنے کو بھی جدال میں شامل کیا ہے۔

دراصل حج کے موقع پر لوگ دنیا کے گوشے گوشے سے آتے ہیں، جو مختلف مزاج کے حامل ہوتے ہیں۔ بعض تیز مزاج اور غصہ والے اور بعض نرم طبیعت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ لہٰذا غصہ والی طبیعت رکھنے والوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اپنے غصہ پر قابو رکھیں۔ اسی طرح اکثر لوگ دور دراز سے مختلف صعوبتیں جھیل کر آتے ہیں۔ ایسے لوگ معمولی سی غلطی سے بھی مشتعل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا سمجھایا گیا ہے کہ یہاں پہنچ کر اگر کسی دوسرے سے تمہارے بارے میں کوئی غلطی ہو جائے تو تمہیں اس سے جھگڑا کرنے سے احتراز کرنا ہے۔

4 صَید

احرام کی حالت میں خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا ارتکاب کر بیٹھے تو ایسا شخص کفارہ ادا کرے۔ قرآن حکیم میں ہے: ”اے اہل ایمان! تم احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور اگر تم میں

سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا۔ جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا، یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، یا اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے۔" (المائدہ:95) اس حکم عام سے موذی جانور مستثنیٰ ہیں جیسے سانپ، بچھو، باؤلا کتا وغیرہ۔ یہ جانور نقصان پہنچانے والے ہیں۔ لہٰذا حالت احرام میں انہیں مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اس آیت میں جو کہا گیا ہے کہ اس طرح کا جانور جس کی قیمت دو معتبر آدمیوں کے مطابق اس شکار کردہ جانور کے برابر ہو خرید لے اور مکہ میں جا کر اس کو ذبح کرے، اس کے بارے میں احناف کی رائے یہ ہے کہ قیمت میں مماثلت کافی ہے لیکن امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شکل وصورت اور قد وقامت میں بھی مماثلت ضروری ہے۔

سورۃ المائدۃ (آیت:95) میں اگرچہ متعمدًا (عمدًا) کا ذکر ہے لیکن حدیث نبویؐ میں ہے کہ اگر کسی سے یہ کام بھول کر یا لاعلمی میں بھی ہو جائے تو پھر بھی فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ سمندری شکار کرنا جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا۔" (المائدۃ:96) سمندر کے سفر میں بسا اوقات زاد راہ ختم ہو جاتا ہے اور غذا کی فراہمی کے لے آبی جانوروں کا شکار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اس لیے بحری (سمندری) شکار کو حلال کر دیا گیا۔ اس آیت میں وارد "صید البحر" کو صرف سمندر کے شکار تک محدود نہ کیا جائے بلکہ مقصود آبی شکار ہے خواہ وہ سمندر میں ہو یا ندی نالے وغیرہ میں ہو۔

5 بالوں کو کٹوانا

محرم جب تک قربانی نہیں کرتا اس وقت تک سر نہ منڈائے۔ قرآن حکیم میں ہے: "اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔" (البقرہ 196) کسی بیماری یا تکلیف کے سبب اگر کوئی قربانی کرنے سے پہلے ہی سر منڈانے پر مجبور ہو جائے تو اس صورت میں اس کے لیے کفارہ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے لیے روزے یا صدقہ یا قربانی کی شکل میں کوئی ایک فدیہ دینا لازم ہے۔

قرآن حکیم میں اس کفارے کی تین صورتیں اجمالاً بیان ہوئی ہیں۔ روزے یا صدقہ یا قربانی۔ صیام کا کوئی عدد اور صدقہ کی کوئی مقدار مذکور نہیں لیکن صحیح بخاری میں کعب بن عجرہ ؓ کی ایسی ہی حالت میں انہیں فرمایا: "تین دن کے روزے رکھو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا کم از کم ایک بکری قربانی دو۔"

6 ناخن کاٹنا

اس میں چاروں ائمہ کا اتفاق ہے، اگر محرم نے اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے ناخن ایک ہی مجلس میں کاٹے تو اس پر قربانی لازم ہے۔ ناخن نہ کاٹنے کا استدلال فقہاء کرام سورۃ البقرہ کی اسی آیت (196) سے کرتے ہیں جس میں قربانی سے قبل حجامت کرانے سے منع کیا گیا ہے۔

7 سر اور چہرہ

مرد کے لیے احرام میں سر اور منہ دونوں ڈھانکنا منع ہیں اور عورت کے لیے صرف چہرہ ڈھانکنا منع ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث نبویؐ ہے: "عورت چہرے پر نقاب نہ ڈالے اور نہ ہی دستانے پہنے۔" اگر کوئی مرد سہوًا یا عمدًا اپنا سر ڈھانپ لے اور عورت نقاب کر لے تو اس کے لیے ایک بکری فدیہ دینا ہے۔ امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اگر کسی مرد یا عورت سے یہ کام مجبوری یا بھول کر ہو جائے تو اس کے لیے کوئی فدیہ نہیں ہے۔

8 خوشبو لگانا

محرم کے لیے خوشبو لگانا منع ہے اور خوشبو ہر وہ چیز ہے جس میں اچھی بو آتی ہو اور اس کو خوشبو کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو، جیسے مشک، کافور، زعفران اور ورس وغیرہ۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ نہ صرف خوشبو لگانا منع ہے بلکہ خوشبودار تیل اور صابن استعمال کرنا بھی منع ہے۔ اگر کسی محرم سے خوشبو کا استعمال ہو جائے، چاہے لاعلمی میں ہو تو اس کے لیے دم (قربانی) دینا لازم ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک لاعلمی سے خوشبو لگانے میں دم واجب نہیں ہوگا۔

ان بیان کردہ امور میں سے بعض سے یہ تاثر نہ لیں کہ دین اسلام کو صفائی پسند نہیں ہے کہ احرام کی حالت میں ناخن نہیں کاٹے جا سکتے، حجامت نہیں ہوا سکتے، نہیں! بلکہ احرام اتارنے کے بعد ارشاد ہے: "پھر اپنا میل کچیل دور کریں۔" (الحج:29)

اوپر مذکور نکات کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان میں بعض امور کے بارے میں اجماع ہے اور کچھ کی تفصیل میں اختلاف ہے جنہیں کتب فقہ سے مزید معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ان امور کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حج یا عمرہ کرنے والا ان کے بارے میں محتاط رہے۔

قرآن حکیم کی جس آیت میں کہا گیا ہے کہ "احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لیے حلال نہ کرو۔" اس آیت کے اختتام میں فرمایا: "بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے" (المائدۃ:1) یعنی اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے۔ اسے مکمل اختیار ہے کہ جو چاہے حکم دے۔ ایک مسلمان اس کے حکم کی اطاعت کوئی حکمت معلوم ہونے پر نہیں کرتا بلکہ وہ اس لیے کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ لہٰذا مختلف چیزوں کا حلال وحرام ہونا اللہ تعالیٰ کی اجازت وعدم اجازت ہی کی بنیاد پر ہے۔

☆☆☆

نقطہ نظر

قوم کی ملکیت پر ڈاکہ

ظفر عمر خان فانی

کرنسی نوٹ چھاپنا اور اسے اپنے مفاد میں استعمال کرنا بحیثیت مجموعی قوم کا حق ہے۔ یہ کرنسی قوم کی ملکیت ہوتی ہے، جیسے کوئی اور جائیداد ہوتی ہے۔ حکومت کا کرنسی نوٹ چھپوا کر اسے قوم کی بجائے بینکوں کے حوالے کرنا کہ اسے سود پر چلا کر سود سے اپنی تجوری بھریں، قوم کی ملکیت پر ڈاکہ ڈالنا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اس ڈاکے کا مقدمہ سپریم کورٹ میں دائر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ قوم کے حقوق کی محافظ ہے۔ اس ڈاکے کی اصلی مجرم پاکستان کی حکومتیں ہیں۔ ماضی میں جو ہوا سو ہوا، یقیناً سپریم کورٹ حاضر حکومت سے کہہ سکتی ہے کہ ڈاکے کا مال بینکوں سے واپس لے کر قوم کے حوالے کرے، تاکہ وہ اس سے ٹیکس اور قرض کی محتاجی کے بغیر پاکستان کو ایک ترقی یافتہ فلاحی مملکت بنا سکے۔ قوم کو بھی ہدایت کرے کہ اپنے مال کے تحفظ کے لئے ایسی حکومت منتخب کرے جو "بینک دوست" نہیں "عوام دوست" ہو، اور قوم کو چاہئے کہ کرنسی کی اہمیت کے متعلق ضروری آگہی بھی حاصل کریں۔ اگر یہ نہیں کیا تو عوام کنگال اور حکومت دیوالیہ ہو جائے گی اور غیر مسلموں کی غلامی پاکستان کا مقدر بن جائے گی۔ یہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہے۔ ہماری مکمل مالیاتی تباہی نزدیک ہے۔ اس لئے فوری کارروائی اور انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ اس انقلاب کے لیے ہمارا قومی نعرہ ہونا چاہئے: "ٹیکس اور قرض کیوں، اپنا روپیہ کیوں نہیں؟"

بدبودار باتیں

نورا کینہ قاضی

غزوۂ بنی المصطلق میں کفار کو شکست دینے کے بعد لشکرِ اسلام مریسیع نامی ایک کنویں پر آباد بستی میں آ کر خیمہ زن ہو گیا۔ کنویں میں پانی کی فراوانی دیکھ کر مسلمان اپنی ضروریات اور مویشیوں اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے وہاں سے پانی بھرنے میں مصروف ہو گئے۔ ان میں حضرت عمرؓ کے ملازم جہجاہ بن مسعود غفاریؓ بھی تھے جو ان کا گھوڑا سنبھالنے کی خدمت انجام دیتے تھے۔ وہ جب کنویں میں سے پانی نکالنے لگے تو ایک صاحب سنان الجہنی نے، جن کا قبیلہ خزرج کے ایک قبیلے کا حلیف تھا، انہیں دھکا دے کر ایک طرف ہٹا دیا اور خود کنویں سے پانی نکالنے لگے۔ اس پر جہجاہ کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے سنان کو سخت سست سنانی شروع کر دیں۔ جواباً سنان بھی تلخ کلامی پر اتر آئے۔ دونوں صاحبوں کے درمیان نوبت ترش کلامی سے گزر کر ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ جہجاہ نے سنان کو ایک لات رسید کر دی۔ اپنی یمنی روایات کی بنا پر انصار اسے اپنی سخت تذلیل سمجھتے تھے۔ اس پر سنان نے اونچی آواز میں انصار کو اپنی مدد کے لیے بلانا شروع کر دیا۔ جواباً جہجاہ مہاجرین کو پکارنے لگے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو جب اس جھگڑے کی خبر ملی تو وہ دوڑا دوڑا موقع پر پہنچ گیا اور اوس اور خزرج قبائل کو اپنے بھائی کی توہین و تذلیل کا بدلہ لینے کے لیے بھڑکانے اکسانے لگا۔ اس کی پکار پر انصار تو تلواریں سونت کر باہر نکل آئے۔ ادھر مہاجرین بھی شمشیر بکف ان کے آمنے سامنے آ گئے۔ قریب تھا کہ فریقین ایک دوسرے پر پل پڑتے۔ کسی نے جا کر آنحضرت ﷺ کو خبر کی۔ آپؐ اپنے خیمے سے باہر نکل آئے۔ آپؐ پر نظر پڑتے ہی تمام شور و غل موقوف ہو کر تلواریں نیاموں میں چلی گئیں۔ قصہ معلوم ہونے پر آپؐ بے حد ناراض ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: ''اسلام نے تم سے زمانہ جاہلیت کی تمام عصبیتوں اور تعصبات چھڑا کر تمہیں ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ پھر زمانہ جاہلیت کی یہ پکار کیسی؟ کہاں تم لوگ اور کہاں زمانہ جاہلیت کی پکار؟ اسے چھوڑو۔ یہ بدبودار باتیں ہیں۔''

مسلمانوں نے ندامت سے سر جھکا لیے۔ پھر جہجاہ آگے بڑھے اور سنان سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ سنان نے انہیں معاف کر دیا۔ دونوں بغل گیر ہوئے اور دونوں کے دل صاف ہو گئے۔ تمام مسلمانوں نے اطمینان کی سانس لی۔ لیکن عبداللہ بن ابی اور اس کے چیلے چانٹوں کے منہ لٹک گئے، جو مسلمانوں میں باہمی جنگ اور تفرقہ کا تماشہ دیکھنے جلتی پر تیل ڈالنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔

ایک دوسرا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمان اپنے لیے امیر منتخب کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ مہاجرین حضرت ابوبکرؓ کو جبکہ انصار حضرت سعدؓ بن عبادہ کو امیر المومنین بنانا چاہتے تھے۔ لیکن اتفاق رائے سے حضرت ابوبکرؓ امیر المومنین منتخب کر لیے گئے۔ انصار نے بھی ان کی بیعت کی اور زمانہ جاہلیت کی کوئی پکار بلند نہ کی۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ کو اپنے امیر المومنین منتخب نہ ہونے کا عمر بھر ملال رہا۔ وہ مہاجرین سے ناراض رہے۔ لیکن ہر خلیفہ کی اطاعت کرتے رہے اور تفرقہ بازی کی کوئی کوشش نہ کی، نہ زمانہ جاہلیت کی پکار بلند کی۔

آج ہمارا یہ حال ہے کہ وطنِ عزیز میں ہر جگہ زمانہ جاہلیت کی ایسی ہی پکاریں سنائی دے رہی ہیں۔ بلوچستان ہو یا پنجاب، سندھ ہو یا سرحد، ہر جگہ قوم پرست لیڈر اپنی اپنی قوم کے حقوق کے نام پر ایسی ایسی باتیں کر رہے ہیں جنہیں واقعی بدبودار باتیں کہا جا سکتا ہے۔ بزعم خود یہ اپنی قوم کی حق تلفی، اس کے ساتھ ہونے والی بے انصافی، اس کے استحصال، اس پر روا جبر و ظلم کے خلاف آوازیں اٹھاتے ہوئے انہیں اپنے جھنڈے تلے متحد کر کے اپنے حقوق اور حصولِ انصاف کے لیے لڑنا جدوجہد کرنا سکھا رہے ہیں، جبکہ درحقیقت یہ قوم پرستانہ جذبات کو برانگیختہ کر کے آپس میں نفرتوں اور تفرقہ کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ اردو بولنے والوں نے الگ اپنے حقوق کے نام پر قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ سرائیکی بولنے والے الگ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رہے ہیں۔ ان حالات سے پاکستان کے دشمن خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور ہر قوم پرست تحریک کی پشت پناہی کر کے اسے مال و دولت اور اسلحہ سے نوازتے ہوئے دہشت گردانہ کارروائیوں، خودکش حملوں، لاقانونیت، اور بدامنی کے پھیلاؤ اور احساسِ عدم تحفظ کی افزائش سے ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے اور اس کے توڑ پھوڑ کے عمل کو تیز کرنے میں مصروف ہیں۔

یہ منفی طرزِ فکر رکھنے والے قوم پرست لیڈر اپنے خود غرضانہ مفاد کی خاطر اپنے ملک میں تعمیر و ترقی کا کوئی کام بھی نہیں ہونے دیتے۔ کالا باغ ڈیم کے ساتھ کئی عشروں سے جو کچھ کیا جا رہا ہے، سب کو معلوم ہے۔ بلوچستان میں ترقی و تعمیر کا جتنا کام ہو پایا تھا، سب ختم ہو چکا ہے۔ وہاں سے سرمایہ کار اور صنعت کار سب اپنے کاروبار اونے پونے فروخت کر کے اپنی جانیں بچا کر اپنے علاقوں کو بھاگ چکے ہیں۔ وہاں کے کاروباری مراکز تباہ ہو چکے ہیں۔ یہ صوبہ عملاً پتھر کے زمانے میں جاتا معلوم ہو رہا ہے۔ جن پنجابیوں، پٹھانوں اور بلوچوں نے کراچی کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کیا تھا، انہیں قتل کیا جا رہا ہے۔ وہاں سے بھگایا جا رہا ہے۔ شمالی اور سرحدی علاقوں میں خانہ جنگی کی بھڑکتی آگ نے وہاں کے باشندوں میں پنجابیوں کے خلاف اس لیے شدید نفرت پیدا کر رکھی ہے کہ وہاں نام نہاد دہشت گردوں کو کچلنے کے لیے جو فوج استعمال کی جا رہی ہے وہ پنجابی سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ وہاں کے مفاد پرست اور خود غرض قوم پرست لیڈر اس صورت حال سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ سندھ میں پہلے سندھودیش کا فلسفہ برپا تھا۔ پھر وہاں کے قوم پرست لیڈر بھارت سے کنفیڈریشن کی باتیں کرنے لگے۔ یہ اللہ کے شکر کا مقام ہے کہ محبِ وطن سندھیوں میں انہیں کوئی پذیرائی نہیں مل سکی۔

یہ ضرور ہے کہ اب تک کی تمام حکومتیں ہر صوبے کو اس کے جائز حقوق دینے اور اس کی شکایات دور کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو پا رہی ہیں۔ ہر صوبہ احساسِ محرومی، استحصال اور بے انصافی کا شکار چلا آ رہا

ہے۔ان حالات میں قوم پرست لیڈروں پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ اپنی جماعتوں میں دوسرے صوبوں کے

ایک قرآن کے ماننے والوں اور ایک ہی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والوں کے باہم کشت وخون کی

حصہ ہیں، اپنے اس جسم، اس گھر، اس قلعے کی مضبوطی میں ان کی بقا اور زندگی ہے۔

قوم پرست لیڈر بدبودار باتیں کرنا چھوڑیں۔ان کی شناخت گریٹر بلوچستان، پختونستان، سرائیکستان، سندھودیش اور جناح پور نہیں، پاکستان ہے

خلاف نفرت اور تعصب کی آگ بھڑکانے، تفرقہ وتفریق کو ہوا دینے اور دشمنی اور عداوت کے جذبات پیدا کرنے کی بجائے مثبت طرزِ فکر وعمل سے کام لیتے ہوئے حکومتِ وقت سے پرامن گفت وشنید سے اپنے جائز مطالبات تسلیم کرواتے، ان پر عمل درآمد کرواتے، حکومتِ وقت کی مجبوریوں کو سمجھتے ہوئے صبر وتحمل، عفو ودرگزر، افہام وتفہیم اور ضبط وبرداشت سے کام لیتے، اپنے صوبوں میں ترقی وتعمیر کے کام ہونے دیتے، اپنے ملک کے فائدے کے لیے ایثار وقربانی سے کام لیتے یعنی کالا باغ ڈیم بننے دیتے، بجلی گیس کے منصوبوں کی تکمیل میں مدد دیتے، قومی اتحاد ویک جہتی کو قوم پرستی بالفاظ دیگر تفرقہ بازی پر مقدم سمجھتے تو اس وقت وطن عزیز کی صورت حال یکسر مختلف ہوتی۔ ہمارا ملک عروج وترقی کی منازل طے کر رہا ہوتا، خوشحال ہوتا، پُرامن وپرسکون ہوتا، اقوامِ عالم میں ہماری ساکھ ہوتی۔

حق یہ ہے کہ منفی قسم کی قوم پرستی سے بڑھ کر کسی ملک کی بنیادیں ڈھانے والی اور کوئی چیز نہیں ہوا کرتی۔ ایسے قوم پرست لیڈروں کو ہر حکومت اپنا دشمن بلکہ وطن دشمن سمجھا کرتی ہے، اور انہیں محب وطن عناصر اور عام لوگوں میں بھی بالکل پذیرائی حاصل نہیں ہوتی۔ قوم پرست لیڈر اور ان کے چیلے چانٹے نہ صرف اپنے ملک کے دشمنوں سے تال میل رکھتے ہیں بلکہ اپنی حکومت اور ملک سے دشمنی میں اس حد تک بڑھے ہوتے ہیں کہ باہر کے ملکوں میں جا کر کھلم کھلا اپنی حکومت اور ملک کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ زہریلا مواد چھاپتے ہیں۔ اپنے ہی ہم وطنوں سے مرنے مارنے کے لیے دشمن ممالک سے دولت اور اسلحہ حاصل کرتے ہیں۔ ان ملکوں میں ان کے چیلے چانٹے تخریب کاری کی تربیت حاصل کرتے ہیں اور ان کے آدمیوں کے ساتھ مل کر اپنے ملک فتنہ وفساد کی آگ بھڑکاتے ہوئے خون خرابہ کرتے ہیں۔ کیا اللہ کا خوف، کیا رسول کا حکم، کیا آخرت میں جواب دہی کا ڈر۔ انہیں کوئی پروا نہیں ہوتی۔ نفرتوں کے پودوں کی آبیاری، تفرقہ بازی کی کھیتی کی افزائش، ایک خدا، ایک رسولؐ، حوصلہ افزائی، ہر ممکن متشددانہ اور تخریبی کارروائیاں کرنا، حکومت وقت کو بے حد حساب مالی نقصان پہنچانا اور اسے اپنے وسیع تر قوم پرستانہ مفاد کے لیے حق بجانب قرار دینا، ان کی عادت ہوتی ہے۔ پھر جب کوئی قوم پرست لیڈر مارا جاتا ہے تو اس کے چیلے چانٹے وطن دشمنی کی تمام حدیں پھلانگ کر جذبۂ انتقام سے پاگل ہو کر جو کشت وخون اور آتش وآہن کا بازار گرم کرتے ہیں، اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ حکومت ان کی سرکوبی کے لیے ہتھیار اُٹھا لیتی ہے اور انہیں کچلنے کے لیے اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لے آتی ہے۔ نتیجتاً یہ یا ملک سے بھاگ لیتے ہیں یا واقعی کچل دیے جاتے ہیں۔ اس طرح بھی نفرتوں اور تفرقوں میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

منفی قسم کی قوم پرستی ایک ملک کی سالمیت، یک جہتی، آزادی وخود مختاری، امن وتحفظ کے لیے حد درجہ خطرناک اور اس کے عوام کے اتحاد وتنظیم، اتفاق وربط، قوت واستقلال کے لیے زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ جس طرح دیمک لکڑی کو کھا کر اسے کھوکھلا کر دیتی ہے، وہ لکڑی پھر گل سڑ کر ختم ہو جاتی ہے اسی طرح منفی قسم کی قوم پرستی بھی ایک ملک کی جڑوں اور بنیادوں کو کھوکھلا کرتی چلی جاتی ہے، اور بالآخر اسے کمزور کرتے کرتے اس کی وحدتِ وجود کو پارہ پارہ کر ڈالتی ہے۔

منفی قسم کی قوم پرستی کے پرچارک لیڈروں اور ان کے حواریوں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ان کی شناخت گریٹر بلوچستان، پختونستان، سرائیکستان، سندھودیش اور جناح پور نہیں، پاکستان ہے۔ جس طرح جسم کا کوئی حصہ جسم سے کٹ کر زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح کوئی قوم اپنی ملک سے کٹ کر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔ اس کا مقدر اغیار کی غلامی یا صفحۂ ہستی سے مٹ جانا ہوتا ہے۔ لہٰذا قوم پرست لیڈر بدبودار باتیں کرنا چھوڑیں۔ منفی طرزِ فکر وعمل، نفرتوں، تفرقہ بازی، انتقام وتشدد کی راہ چھوڑ کر افہام وتفہیم، ضبط وتحمل اور صلح جویانہ رویے سے کام لیں۔ مثبت طرزِ فکر وعمل اپنائیں۔ ان کا وجود پاکستان سے ہے۔ وہ پاکستان ہی کا ایک عضو، ایک حصہ ہیں، اپنے اس جسم، اس گھر، اس قلعے کی مضبوطی میں ان کی بقا اور زندگی ہے۔

ضرورتِ رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، (کنواری) تعلیم ایم کام، خوش شکل اور بیٹا عمر 36 سال، تعلیم ایم سی ایس کو دوسری شادی کے لیے (پہلی بیوی سے بوجہ علیحدگی) دینی مزاج کے حامل ہم پلہ رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ:
042-37465603 / 0300-4090386

☆ بیٹی عمر 16 سال زیر تعلیم (میٹرک) قد "8-'5 کے لیے دیندار گھرانے سے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ گوجرانوالہ کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0322-5540735

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم ایس (فنانس) کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رجوع کریں۔ برائے رابطہ: 0321-4604615

☆ ملتان میں رہائش پذیر لڑکا، عمر 33 سال، تعلیم ایم فل، لیکچرار گورنمنٹ کالج کے لیے پڑھی لکھی، نیک ودیندار لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0301-7460028

☆ ملتان میں رہائش پذیر لڑکی، عمر 22 سال، تعلیم بی ایس سی (زیر تعلیم) حافظہ قرآن باپردہ، خوش شکل وخوش اخلاق کے لیے دینی مزاج کے حامل، پڑھے لکھے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0301-7460028

دعائے مغفرت کی اپیل

0 تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (گلزار ہجری) کے ملتزم رفیق راحت کمال کے سسر رحلت فرما گئے۔

0 کلیۃ القرآن (قرآن کالج) لاہور کے استاد اور ہاسٹل وارڈن جناب مسعود اقبال کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

حلقہ پنجاب وسطی کی مقامی تنظیم ٹوبہ میں امیر کا تقرر

حلقہ پنجاب وسطی کی مقامی تنظیم ٹوبہ ٹیک سنگھ کے امیر نے بوجوہ امارت کی ذمہ داری سے معذرت کر لی جس کی بناء پر امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 اکتوبر 2009ء میں مشورہ کے بعد جناب غلام نبی کو عارضی طور پر مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

طالبان کے اقتدار سے عالمِ کفر کو لاحق

اصل خطرہ؟

ترجمہ: محمد فہیم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

چونکہ اُمّہ اور قوم کے مفاد میں موافقت نہیں ہے، لہٰذا جو لوگ اسلام کے قیام کے لیے جدوجہد میں مصروف ہیں ان کے لیے قومی حکومتوں، قومی ریاستوں اور قومی حدود کو چیلنج کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی اسی کمزوری نے امریکہ کو مسلمان ملکوں پر حملہ آور ہو کر قبضہ جمانے کا موقع دیا ہے۔ مثال کے طور پر کسی مسلمان نے آج تک یہ دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں کی کہ عراق اور افغانستان میں امریکی قبضہ کے خلاف مزاحمت دراصل خلافت کے قیام ہی کے لیے ہے۔ اس کے برعکس بش اور اس کے کروسیڈر ساتھی علی الاعلان خلافت کو بدنام کرنے کے لیے مسلسل بیانات دے رہے ہیں، جس سے ان جنگوں کی اصل حقیقت بے نقاب ہو رہی ہے کہ امریکہ اور اس کی ہمنوا طاقتوں نے دراصل خلافت کے ممکنہ احیاء سے خائف ہو کر یہ بربادی شروع کر رکھی ہے۔

افغانستان پر حملہ کرنے کے لیے امریکہ کے پاس اتنا بھی جواز نہیں تھا جتنا کہ (اس کے اپنے خیال میں) عراق پر حملہ کرنے کے معاملے میں اُس کے پاس تھا۔ 9/11 والے معاملے میں تو اس کے پاس رتی بھر بھی ثبوت نہ تھا جو اسے طالبان کی حکومت کو ختم کرنے اور افغانستان پر قبضہ کا جواز فراہم کرتا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ افغانستان میں طالبان دھیرے دھیرے ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں قومی مفاد، قومی ایجنڈا اور ترجیحات کی حیثیت لوگوں کی نظروں میں کم ہوتی جا رہی تھی۔ ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے ماہرین چاہتے تھے کہ جا کر طالبان کی اپنے اپنے شعبہ میں مدد کریں۔ ان میں سماجی بہبود کے ماہرین، نیوکلیائی ماہرین، کاروباری حضرات، انسانی ترقی کے ماہرین، مذہبی شخصیات اور ہر قسم کی ٹیکنالوجی سے وابستہ حضرات شامل تھے۔ اہم ترین بات یہ تھی کہ اس فکر اور مباحثے کے لیے ایک فضا تیار ہو رہی تھی کہ اسلامی اصولوں کا اطلاق دورِ جدید کی پیچیدہ زندگی پر کیسے کیا جائے۔ ابتداء میں بعض اُمور میں ان اصولوں کے غلط استعمال کے باوجود یہ نظام ایک ایسے ماڈل کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا جو ایک اسلامی معاشرہ اور طرزِ حکومت کے لیے درکار ہو۔ پاکستان کے بہت سے دینی رہنماؤں نے طالبان کے وسیع النظری پر مبنی طرزِ عمل کو بنظرِ استحسان دیکھا تھا۔ اسلام کے بنیادی اصولوں کے روبعمل لانے میں باہر کی دُنیا کے علماء کی طرف سے مدد کرنے کے نتیجے میں ضرور نکھار آ جاتا، اور اس سے اسلامی نظام کی راہ ہموار ہونے میں مدد ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی مشنری جو Status que کو برقرار رکھنا چاہتی ہے فوراً حرکت میں آ گئی اور طالبان کو گرانے تک یہ حرکت جاری رہی۔ اور اب بش اینڈ کمپنی نے خلافت کے خلاف اس وقت تک چھپائی ہوئی جنگ کا برملا اعلان کر ہی دیا ہے۔ ایسا کر کے انھوں نے مسلم دُنیا میں کسی کے لیے کھڑے ہو کر قومی ریاستوں کو ختم کرنے کی بات کرنے کا موقع ہی ختم کر دیا۔

طالبان کے زیرِ اثر ایک ایسا ماحول تیار ہو چکا تھا جس میں مذہبی سکالرز اور دینی زعماء کے لیے قومی دھارے میں رہنے کے لیے کوئی مجبوری باقی نہیں رہی تھی۔ درحقیقت قومی دھارے کا وجود ختم ہوا تھا۔ علماء اور مذہبی سکالرز کے لیے یہ فکر مندی اب باقی نہیں رہی کہ ان کی رائے نہ صرف یہ کہ "قومی مفاد" بلکہ واشنگٹن کے مفاد کے ساتھ ہم آہنگ کیوں نہیں؟ اس کی ایک مثال (پاکستان کے حوالہ سے) یہ ہے کہ پاکستان کے شمال مغربی صوبے کے وزیرِ اعلیٰ اکرم خان درانی کو 12 جولائی 2005 کو پینٹاگون میں اس وجہ سے حاضری دینی پڑی کہ وہ وہاں حسبہ بل کی تشریح کریں جس سے اسلامی نظام کی طرف ایک قدم بڑھنے کی اُمید ہو سکتی تھی۔ یہ اس سلسلہ میں ایک نمایاں مثال ہے۔ درانی نے کہا کہ انھیں اُمید ہے کہ واشنگٹن حسبہ بل کی مخالفت نہیں کرے گا۔

افغانستان میں مذہبی سکالرز پالیسی سازوں کو راضی رکھنے یا امریکی حکومت اور پینٹاگون سے منظوری لینے پر مجبور نہیں تھے۔ قانون سازی اور پالیسی وضع کرنے میں ان کی شرکت رہی۔ انھیں قومی میڈیا پر اپنی تشہیر کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ اس کے برعکس دیگر مسلم ممالک میں بظاہر دستیاب مواقع سے مذہبی لوگوں کو یہ خوش فہمی ہو رہی ہے کہ وہ اسلام کے لیے کام کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی توانائیاں کسی مثبت سمت میں پیش رفت کرنے کی بجائے ضائع ہو رہی ہیں۔ افغانستان میں معاملہ ایسا نہ تھا، وہاں مذہبی قیادت کسی دلدل میں پھنسی ہوئی نہیں تھی۔ دیگر مسلمان ملکوں کے برعکس افغانستان میں ایسا کوئی نظام نہیں تھا جس کی سرکاری سرپرستی کی وجہ سے شرک کو تقویت ملنے کا خدشہ ہو۔ طالبان کی حکومت اگرچہ تا حال پوری طرح اللہ کے دین پر استوار نہیں تھی، لیکن کم از کم ایک پورا ارادہ ایسا کرنے کا موجود تھا اور مزید اصلاح اور تصحیح کے لیے اقدامات کیے جا رہے تھے۔ بقیہ مسلم دُنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں، جو قرآن وسنت کے مطابق نظام قائم کرنے کے لیے سنجیدہ ہو، اور نہ ہی کوئی ایسا ملک موجود ہے جو بیرونی دُنیا کے ساتھ کسی تنازعہ میں اسلام کو ایک بنیادی وجہ سمجھتا ہو۔

اس میں شک نہیں کہ طالبان میں زیادہ دور اندیشی نہیں تھی، تاہم ایک فضا ایسی دستیاب تھی جس میں چیزوں پر غور وخوض، بحث مباحثہ اور اسلام کو روبہ عمل لانے کا کام ہو رہا تھا۔ صحیح سمت میں ایک پیش رفت ہو رہی تھی۔ اس سے علاقائی بنیادوں پر مسلمانوں کی تقسیم (نظریہ وطنیت) کو ایک چیلنج کا سامنا ہو سکتا تھا، اگر طالبان بعض غیر ارادی غلطیوں کا ارتکاب نہ کرتے۔ بین الاقوامی معاملات کے ضمن میں طالبان کا طریق کار 57 مسلم ممالک میں سے کسی بھی ملک سے مختلف تھا، جیسا کہ چیچنیا کے معاملہ میں ان کا رویہ سے عیاں ہے۔ طالبان کے مخالفین روسی مظالم کے خلاف طالبان کی طرف سے چیچنیا کے مجاہدین کی حمایت کو جرم تصور کرتے تھے۔ لیکن طالبان نے چیچن ری پبلک کو نہ صرف تسلیم کر لیا بلکہ اسے پوری پوری سیاسی حمایت بھی فراہم کی۔ طالبان وزارت خارجہ کے ترجمان نے 20 دسمبر 1999ء کو اعلان کر دیا تھا: "چیچنیا کا سوال تمام اسلامی دُنیا کا سوال ہے۔ افغانستان کی اسلامی امارت چیچن مسلمانوں کے خلاف ظالمانہ کارروائیوں اور ان کے حقوق کو نظر انداز کرنے پر بین الاقوامی برادری، خصوصاً مسلم ممالک کی خاموشی کو ایک بے رحمانہ رویہ سمجھتی ہے"۔

طالبان کے متعلق عام خیال یہ پھیلایا گیا تھا کہ ڈپلومیسی کی دُنیا میں یہ کوئی غیر مہذب اور مذہبی انتہا پسندوں کا ایک نو وارد ٹولہ ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ مسلم ممالک

مسلم دُنیا میں ایوانجیلکل گروہوں کے ایجنڈے کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ کرسچن فنڈا منٹلزم اب صرف ایک مذہبی مشن نہیں رہا بلکہ یہ اب سیاست اور خارجہ پالیسیوں کا بھی جز لاینفک بن چکا ہے

میں سے بہت کم لوگ سیاسی نزاکتوں پر اتنا صاف ذہن رکھتے تھے جتنی دسترس کہ مدرسوں سے فارغ التحصیل دُنیائے سیاست میں ان نوواردوں کو حاصل تھی۔ افغان نائب وزیر خارجہ ملا عبدالرحمٰن زاہد نے دُنیائے اسلام کے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ روسی مظالم، جارحیت اور جرائم پر خاموش تماشائی نہ بنیں اور آگے آ کر چیچن مسلمانوں کے جائز حقوق کی حمایت کریں، کیونکہ سامراجی طاقتیں ہمیشہ سے اُمت کے اتحاد و یک جہتی کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتی رہی ہیں۔ یہ ایک نازک موقع تھا جس پر طالبان وزیر نے زور دے کر کہا ”دُنیا کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اتحاد اور یک جہتی کو مسلمانوں کے حقوق پر دست اندازی اور زور وزیادتی کے خلاف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مضبوط کریں۔ مسلم اُمّہ اپنے مسائل کو خود حل کرنے کی پوری قدرت رکھتی ہے کیونکہ اسے اقتصادی اور سیاسی میدانوں میں زبردست صلاحیت حاصل ہے۔“

طالبان کی یہ آواز اور موقف بروقت بھی تھا اور حد سے زیادہ ضروری بھی، کیونکہ دُنیا ایک مسلمان قوم کے استیصال پر چپ سادھے کھڑی تھی۔ پہلی چیچن جنگ (1994-1996) میں روس نے ایک لاکھ چیچن مسلمانوں کو مار ڈالا۔ اس چھوٹے سے ملک کے زیادہ تر حصہ کو تہ و بالا کر دیا اور ایک یادگار دہشت گردی کی شکل میں ایک کروڑ ستر لاکھ بارودی سرنگیں اس چھوٹی سی قوم کے خلاف نصب کیں۔ روس کو 1996ء میں نکالا گیا مگر اس کے سخت گیر اور کمیونسٹ لیڈروں نے ”چیچن ڈاکوؤں“ کو ختم کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

دُنیا نے طالبان کو ایک بڑا خطرہ قرار دیا، کیونکہ طالبان بقیہ مسلم دُنیا کے برعکس استعماری قوتوں کی ظالمانہ پالیسیوں سے واضح اختلاف کرتے تھے۔ مثال کے طور پر چیچن مسئلہ پر طالبان کے علاوہ ساری مسلم دنیا چیچن مسلمانوں کے خلاف جارحیت کے ساتھ متفق تھی جیسے کہ او آئی سی کے وفد کے دورۂ تہران کے دو ہفتے بعد روسی انفارمیشن ایجنسی (RIA) نے تہران سے اپنی رپورٹ میں لکھا: ”ایران چیچنیا میں مہم کے خلاف نہیں اور وہ روس کی علاقائی سالمیت کی حمایت کرتا ہے۔ اگرچہ وہ سیاسی حل کے حق میں ہے۔ کسی قسم کی دہشت گردی کا پھیلاؤ اور مذہبی انتہا پسندی ناقابل قبول ہیں“۔ یہ باتیں ایرانی وزیر خارجہ کمال خرازی نے اپنے روسی ہم منصب سے ملاقات کے بعد تہران میں ایک نیوز کانفرنس میں کہی تھیں۔ یہ وہ وقت تھا جب امریکہ طالبان کے خلاف پابندیاں لگانے پر غور کر رہا تھا اور ساتھ ہی کلنٹن انتظامیہ روس کی چیچنیا میں نسل کشی کے لیے بڑے پیمانے پر مدد کر رہی تھی۔ امریکہ نے روس کو اندھیرے میں استعمال ہونے والے ہیلی کاپٹر سپلائی کیے، تاکہ ”دہشت گردی“ کا مقابلہ کیا جا سکے۔ کلنٹن دور کے قومی دفاع کے مشیر سینڈی برگر کا موقف تھا کہ روس کو اپنی سرحد سے متصل دہشت گردی کے خلاف لڑنے کا حق حاصل ہے۔ افغانستان پر یو این او کی طرف سے پابندی لگاتے وقت کلنٹن روس پر زور دے رہا تھا کہ وہ ’گروزنی‘ کو آزاد کرے۔

طالبان کے اس اصولی موقف کو ”طالبانائزیشن“ سمجھا گیا۔ مغربی میڈیا نے پاکستان اور دوسرے ملکوں میں ”طالبانائزیشن“ کا خوب ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا۔ طالبان کو اس کا احساس نہیں رہا کہ وہ دراصل مسلمان تنظیم کی حیثیت کے لیے ایک چیلنج بنتے جا رہے ہیں۔ جس نے بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا، طالبان نے اسے اس شخص کی سیکولر حیثیت کے باوجود اپنی برادری کا فرد جانا۔ انھوں نے قرآن کو اپنا دستور قرار دیا، جو مسلم تنظیم اور حکمرانی کے ضمن میں سیکولر اصولوں کے خلاف پہلا قدم تھا۔ طالبان جو اس بہت بڑی تبدیلی کا سوچ رہے تھے، دراصل اس بنیاد پر کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ طبعی آزادی حاصل کی تھی بلکہ وہ نفسیاتی اور نظریاتی دونوں اعتبار سے حقیقی طور پر آزاد ہو چکے تھے۔ یہ وہ اصل اور حقیقی سبب تھا، جس کی بنا پر افغانستان ”خفیہ کروسیڈ“ کا نشانہ بنا۔ آج کی بین الاقوامی صورت میں اس جیسے کسی کام کے متعلق یہ بتانا کہ اس کے ساتھ کن کن لوگوں کے مفادات وابستہ ہیں، بہت مشکل ہے۔ مثال کے طور پر مسلم دُنیا میں ایوانجیلکل گروہوں کے ایجنڈے کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ کرسچن فنڈا منٹلزم اب صرف ایک مذہبی مشن نہیں رہا بلکہ یہ اب سیاست اور خارجہ پالیسیوں کا بھی جز لاینفک بن چکا ہے۔ اس ضمن میں بھارت سے تعلق رکھنے والے تجزیہ کار یوگندر سکند کا کہنا ہے ”یہ (اب) عام خیال ہے کہ تیسری دُنیا میں مصروف عمل گروہ دراصل مغربی ایجنسیوں اور حکومتوں کے مفادات اور فوجی مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے بطور ہراول کا کام کر رہے ہیں۔ بش انتظامیہ اور عیسائی بنیاد پرستوں کے درمیان استوار تعلقات سے اس حقیقت کی خوب نشاندہی ہو رہی ہے۔ دائیں بازو کے امریکی کرسچن گروہ اسرائیل کے لیے مالی امداد کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ مسلم دُنیا میں امریکی سامراجی مقاصد کے لیے کام کرتے ہوئے 'برائی' کے خلاف ”کروسیڈ“ کی مدد کر رہے ہیں۔ ان کی اکثریت کو انتہائی دائیں بازو سے تعلق رکھنے والی لابیوں اور تھنک ٹینکس سے بے تحاشا پیسہ ملتا ہے۔ CIA کے لیے معلومات کی بہم رسانی کے لیے مقرر کردہ مشنریوں کے ذمے یہ بھی کام ہے کہ وہ بیرونی دُنیا میں امریکی بالادستی کے لیے موثر پروپیگنڈا کریں“۔

ان قوتوں کو مسلمانوں کے اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کے امکان سے جو خوف لاحق ہے، اس کے پیش نظر تمام محاذوں پر بشمول میڈیا اسلام کے خلاف ایک مشن جاری ہے۔ ایڈورڈ سعید جیسے مفکرین کا خیال ہے کہ بہت سی کتابیں ایسی تصنیف کی گئی ہیں جو امریکی و اسرائیلی مقابلہ میں کسی بھی عرب یا مسلم مزاحمتی تحریک کو ناکام بنانے، کمزور کرنے اور شکست سے دوچار کرنے کے لیے بطور ہتھیار استعمال کی جاتی ہیں۔ ایسی ہی ایک کتاب طرح کی تصنیف "The Islamic Threat" (اسلام کا خطرہ) نامی ہے۔ بدقسمتی سے معاملہ صرف امریکہ و اسرائیل تک محدود نہیں۔ جب بات ایک مختلف طرز زندگی اور قانون (یعنی اسلام) پر آ جائے تو پھر مسلمان دُنیا بقیہ دُنیا سے بالکل مختلف نظر آنے لگتی ہے، اور جن جن کا مفاد موجودہ مروجہ نظام سے وابستہ ہے وہ مسلمانوں کو ایک امت بن کر قرآن کے مطابق زندگی گزارنے کی راہ میں مزاحم ہوں گے۔ کیونکہ اس نظام سے انسانیت کے سامنے ایک نئے سماجی نظام اور اصول حکمرانی کا ماڈل آ جائے گا جو عدل اجتماعی کی طرف ایک زبردست پیش رفت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو بھی مسلمان اسلام کی سیاسی بالادستی کے لیے کام کر رہے ہیں ان کو بدنام کرنے کے لیے، ان پر انتہا پسندی کا لیبل لگایا جاتا ہے اور اسلامی طرز زندگی کو جدیدیت کے خلاف مان کر اسے رد کیا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ اس موضوع پر بات تک نہیں کی جاتی کہ آیا واقعی اسلام کے مطابق زندگی انسانیت کے لیے خطرہ بنے گی۔ اسلام مخالف قوتوں نے طالبان حکومت کی بعض کمزوریوں کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے کہ مسلمانوں میں یہ ہمت ہی نہیں رہی کہ وہ کھڑے ہو کر اعلان کریں کہ ہم ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتے ہیں جس میں اسلام کے مطابق زندگی بسر کی جا سکے۔ یہ تو بڑی دور کی بات ہے کہ مسلمان مسلم اُمّہ اور ایک ہی سیاسی وحدت کی چھتری کے نیچے زندگی گزارنے کے لیے مطالبہ کریں۔ وہ زندگی جسے آپ خلافت کا نام دیں یا امارت یا اسلامی ریاست کا، اس سے فرق کچھ نہیں پڑتا۔ (جاری ہے)

☆☆☆

درندگی

عرفان صدیقی

پہلے صوبہ سرحد کے سینئر وزیر، بشیر بلور نے راگ الاپا اور پھر وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے تان اٹھائی کہ "دہشت گردی پھیلانے والے انسان نہیں درندے ہیں اور درندوں سے کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی"۔ حاکمانہ جلال اور حکیمانہ جمال کے حامل اس اعلان سے کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ بلاشبہ وہ لوگ انسانیت کے زمرے سے خارج ہیں جو معصوم لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہیں، انسانی لہو سے اپنی پیاس بجھاتے اور غارت گری سے آسودگی حاصل کرتے ہیں۔ ہم تو اس دین کے پیروکار ہیں جس نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ سو دہشت گردی بہرحال درندگی ہے اور اسے اس نام سے پکارا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

لیکن بشیر بلور کی بے کراں دانش اور یوسف رضا گیلانی کی باکمال حکمت وبصیرت کے تمام تر احترام کے باوجود، جان کی امان پاؤں تو ایک چھوٹا سا سوال پوچھ لوں، یہ جو کچھ سات سمندر پار سے آیا ایک سفید فام عفریت کر رہا ہے، انسانیت کی لغت میں اسے کیا کہتے ہیں؟ آٹھ سال پہلے انہی دنوں امریکہ کے خونخوار طیارے ہمارے ہی ہوائی اڈوں سے اڑے اور لگاتار ایک ہفتہ تک افغانستان پر کارپٹ بمباری کرتے رہے۔ لاتعداد بستیاں زمین کا پیوند ہو گئیں۔ ان گنت انسانوں کے پرخچے اڑ گئے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے لے کر ڈھلوانوں، گھاٹیوں، وادیوں اور میدانوں میں چار سو لہو کے جھرنے پھوٹنے لگے۔ کسی نے کوئی گوشوارہ مرتب نہیں کیا کہ ان آٹھ برسوں کے دوران کتنے معصوم، امریکی قہر کا نشانہ بن گئے۔ کیا یہ سب کچھ درندگی نہیں؟ مسجدیں محفوظ رہیں نہ اسپتال۔ باراتیں میزائلوں کا لقمہ ہو گئیں۔ شادی بیاہ کی تقریبات میں گیت گاتی بچیاں آن واحد میں بھسم کر دی گئیں۔ بلور صاحب اور گیلانی صاحب کو شاید یاد نہ ہو کہ قلعہ جنگی میں کیا ہوا تھا؟ کس طرح زنداں میں پڑے افغانوں کو امریکی فوجیوں نے یوں تاک تاک کر نشانہ بنایا جیسے کوئی منچلا پنجروں میں بند پرندوں کو شکار کرتا ہے۔ قندوز سے گرفتار کئے جانے والوں کو رسیوں سے باہم جکڑ کر فولاد کے ہوا بند کنٹینروں میں یوں ٹھونس دیا گیا کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ ان کی مڑی تڑی بے کفن لاشوں کو لمبے گڑھے کھود کر دشت لیلیٰ کی ریت میں دبا دیا گیا۔ کابل و قندھار کی کم نصیب سرزمین گزشتہ آٹھ برس سے بہیمانہ درندگی کی آندھیوں میں گھری ہے۔ امریکی سینٹرل کمانڈ نے 2002ء کے اواخر میں بتایا تھا کہ ایک سال کے دوران امریکی بمبار طیاروں نے پاکستان کے ہوائی اڈوں سے ستاون ہزار آٹھ سو اڑانیں بھریں۔ تصور کیجئے، آٹھ برس کے دوران کتنے حملے ہو چکے ہوں گے؟ کیا یہ طیارے افغان عوام پر گلاب اور موتیے کی کلیاں برساتے ہیں؟ اب تو کئی مسلمہ بین الاقوامی ادارے ٹھوس شواہد کی بنیاد پر ثابت کر چکے ہیں کہ افغانستان میں انتہائی بے دردی کے ساتھ کیمیائی ہتھیار استعمال کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں۔ فاسفورس اور دوسرے کیمیائی مواد کے استعمال سے بچے خاص طور پر متاثر ہو رہے ہیں لیکن کون ہے جو ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے؟ کسے فرصت ہے کہ وہ یتیم ہو جانے اور روٹی کے دو نوالوں کے لئے ٹھوکریں کھانے والے بچوں کو شمار کرے۔ کس کے پاس وقت ہے کہ بیوہ ہو جانے والی ان بے یار و مددگار خواتین کے اعداد و شمار مرتب کر لے جن کی زندگیاں، نوحے بن کر رہ گئیں؟ کون ان ماؤں کے آنسو پونچھے جو اپنے جوان بیٹوں کی قبروں کا تعویذ ہو کے رہ گئیں؟

آٹھ برس سے ہمارے گھر سے جڑے گھر میں یہ حشر بپا ہے۔ بشیر بلور اور یوسف رضا کو امریکہ اور نیٹو کی افواج قاہرہ دکھائی نہیں دے رہیں۔ وہ سات سمندر پار سے آئے سفاکوں سے پوچھنے کا یارا نہیں رکھتے کہ دور دیس سے آنے والے غارت گرو! اس اجڑی بستی کو مزید کیوں اجاڑ رہے ہو؟ ان آفت زدہ افتادگان خاک پر مزید آفتیں کیوں ڈھا رہے ہو؟ انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ نائن الیون کے نام نہاد ملزموں میں تو ایک بھی افغانی نہیں؟ تم نے غربت کے مارے ان تہی داماں لوگوں کا عرصۂ حیات کیوں تنگ کر دیا ہے؟ بلور اور گیلانی اقتدار کے دسترخوان پہ بیٹھے ہیں اور وہ اس اقتدار کو امریکی پشت پناہی کا ثمر خیال کرتے ہیں۔ کل تک اے این پی پختونوں کے حقوق کی پرچم بردار تھی۔ پاکستان ان کے لئے سامراج کا ایجنٹ تھا۔ باچا خان نے اپنی قبر کے لئے بھی ڈیورنڈ لائن سے اس پار کی خاک کو پسند کیا۔ اے این پی ان کی میت افغانستان دفنا آئی۔ تیس سال قبل روس نے اپنے درندوں کے غول افغانیوں پر چھوڑ دیئے تو اے این پی افغانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کو بھلا کر روسیوں کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ اس کے کرتے دھرتے ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے کہ کب افغانستان روسیوں کے قبضے میں جاتا اور کب سرخ سویرے کا کارواں انقلاب کے ترانے گاتا، پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔ تب وہ اٹھتے بیٹھتے امریکی سامراج کو گالیاں دیتے اور روسی یلغار کے خلاف افغانوں کی جنگ حریت کو "امریکہ کی جنگ" قرار دیتے تھے۔ آج وہی امریکی سامراج کروسیڈ کے جھنڈے لہراتا افغانوں کے گلے کاٹ رہا ہے، ان کی بستیاں کھنڈر کر رہا ہے، ان کی آنے والی نسلوں کے لہو میں مہلک کیمیائی مواد بو رہا ہے اور افغان حقوق کے یہ چیمپئن، اسی امریکی سامراج کے کندھے سے کندھا ملائے افغانوں کے سینے چھلنی کر رہے ہیں۔ انہیں اپنے آس پاس کے "دہشت گردوں" کی درندگی نظر آ رہی ہے اور وہ ان درندوں" سے بات تک کرنے کے روادار نہیں، لیکن صبح شام رنگا رنگ ٹی وی ٹاکس کے سامنے کھڑے ہو کر "انسانیت" کے خطبے دیتے ان پیران امن کو ان گورے لشکروں کی درندگی نظر نہیں آتی جو پندرہ لاکھ عراقیوں کا لہو پینے کے بعد افغانستان کو اپنے ہلاکت آفریں ہتھیاروں کی تجربہ گاہ بنائے ہوئے ہیں۔ جن کے ڈرون ہر روز ہماری بستیوں پر میزائل برساتے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے ہیں۔ ان سفید فام درندوں سے ہاتھ ملانا ان کے لئے زندگی کا سب سے بڑا اعزاز و اکرام ہے۔ ان درندوں کے خون آلود پنجوں پر (باقی صفحہ 4 پر)

رمضان المبارک کی سرگرمیاں۔ حلقہ کراچی جنوبی

حلقہ کراچی جنوبی کی تشکیل کے بعد اس حلقے کے تحت اس سال 6 مقامات پر مکمل دورہ ترجمہ قرآن اور چار مقامات پر خلاصۂ مضامین قرآن کے پروگرام ہوئے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

گلستانِ انیس کلب: یہاں پر ہونے والا پروگرام حلقہ کا سب سے بڑا پروگرام تھا۔ مدرس کے فرائض امیر حلقہ کراچی جناب انجینئر نوید احمد نے انجام دیے۔ ان محافل میں عمومی طور پر تقریباً 300 حضرات وخواتین شریک ہوتے تھے جبکہ آخری عشرے اور بالخصوص طاق راتوں میں یہ تعداد 800 تک پہنچ جاتی۔ جناب نوید احمد نے اپنے مخصوص متاثر کن اندازِ خطابت اور وسیع مطالعے کی بدولت حاضرین کی علمی تشنگی کو دور کیا اور انہیں ان محافل سے جوڑے رکھا۔ انجینئر نوید احمد نے احکاماتِ قرآنی کی روشنی میں اجتماعیت کی اہمیت اور کرنے کے اصل کام یعنی اقامتِ دین کی عملی جدوجہد کی ضرورت کو نہایت پُر اثر اور مدلل انداز میں حاضرین کے سامنے رکھا اور انہیں مختصر مگر جامع انداز میں تنظیمی فکر سے آگاہ کیا۔ نتیجتاً لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اس مقام پر سوسائٹی تنظیم کی جانب سے مکتبہ بھی لگایا گیا تھا، جہاں تنظیمی کتب اور CDs کے علاوہ دیگر اداروں کا منتخب مواد بھی موجود تھا۔ اس مکتبہ سے کثیر تعداد میں لوگوں نے استفادہ کیا۔ تراویح میں قرآن سنانے کی سعادت جناب قاری طیب نواز نے حاصل کی۔

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس: یہاں منعقد ہونے والی دورہ ترجمہ قرآن کی محافل میں پیغامِ قرآنی کو لوگوں تک پہنچانے کی سعادت عامر خان نے حاصل کی۔ عامر خان کا شمار کراچی کے منجھے ہوئے مدرسین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے مخصوص دلکش انداز میں نہایت دلجمعی کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا۔ ان محافل قرآنی میں اوسطاً 250 حضرات وخواتین شریک ہوتے تھے۔ آخری عشرے میں حاضرین کی تعداد 600 تک پہنچ جاتی۔ آخری عشرے میں ہمیشہ کی طرح اس سال بھی تقریباً 200 افراد نے مسجد میں اعتکاف کی سعادت حاصل کی۔

شاہ فیصل رملیر تنظیم کے تحت دورہ ترجمہ قرآن کے پروگرام دو مقامات پر منعقد ہوئے۔ بلال ماسٹر اسکول گرین ٹاؤن میں منعقدہ پروگرام میں مدرس کے فرائض جمیل احمد نے ادا کیے۔ انہوں نے اپنے عمدہ اندازِ خطابت سے پیغامِ ربانی کو لوگوں کے دلوں میں اتار دینے کے لیے بھرپور سعی کی۔ اسکول کی انتظامیہ نے اس موقع پر تمام تر سہولیات بلا معاوضہ پیش کی تھیں۔ اللہ ان کا یہ انفاق وایثار قبول فرمائے۔ حاضرین کی اوسط تعداد تقریباً 100 کے لگ بھگ رہی، جبکہ ایامِ رخصت اور طاق راتوں میں یہ تعداد 160 تک پہنچ جاتی۔ دوسرا پروگرام ماڈل کالونی ملیر میں واقع برائٹ وے اکیڈمی میں ہوا۔ اس مقام پر مدرس کی ذمہ داری مقامی رفیق اور ناظم دعوت ڈاکٹر سید سعد اللہ نے نباہی۔ اس مقام پر بھی اسکول کی منتظم اور ان کے اہل خانہ کا بھرپور اور مکمل تعاون حاصل رہا۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہاں پر خواتین وحضرات کی اوسط تعداد تقریباً 90 اور اتوار کی شب اور طاق راتوں میں 130 تک ہوتی۔

شاہ فیصل رملیر تنظیم کے علاقے میں مزید دو مقامات پر خلاصہ مضامینِ قرآن کے پروگرام ہوئے۔ ایک پروگرام عائشہ صدیقہ مسجد ملیر میں ہوا جس میں بیان کی سعادت مقامی رفیق نور احمد کے حصے میں آئی۔ دوسرے پروگرام (منعقدہ دفتر انجمن سیفی برادران کراچی) میں مقامی رفیق محمد حسین نے مضامینِ قرآنی سے سامعین کو فیض یاب کیا۔

تنظیم اسلامی لانڈھی کے تحت دفتر تنظیم قرآن مرکز لانڈھی میں ہونے والے دورہ ترجمۂ قرآن میں انجینئر نعمان اختر نے ترجمہ وتدریس کی ذمہ داری ادا کی۔ وہ اپنے حلقے کے معروف مقرر و مدرس ہیں اور اپنا جداگانہ اندازِ خطابت رکھتے ہیں۔ لانڈھی میں منعقدہ ان پروگراموں میں اوسط حاضری 70 رہی۔ مخصوص راتوں میں سہولت کی وجہ سے یہ حاضری 100 سے تجاوز کر جاتی تھی۔

تنظیم اسلامی کورنگی میں یہ پروگرام قرآن اکیڈمی کورنگی میں منعقد ہوا۔ اس مقام پر مترجم و مدرس کے طور پر معروف شخصیت مفتی طاہر عبداللہ صدیقی نے مسندِ تدریس سنبھالی۔ مفتی طاہر عبداللہ صدیقی ایک علمی وادبی شخصیت ہیں اور ان کا یہ رنگ ان کے اندازِ خطابت میں نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ انہوں نے آسان الفاظ اور عام فہم مثالوں کے ذریعے حاضرین کو قرآن کے پیغام سے روشناس کیا۔ یہاں پر اوسط حاضری 90 رہی۔ ایام رخصت سے پہلے اور طاق راتوں میں حاضرین کی تعداد 150 سے بھی زیادہ ہو جاتی تھی۔ کورنگی مرکز میں منعقدہ یہ پروگرام صرف مرد حضرات کے لیے تھا۔ خواتین کے لیے ترجمہ قرآن کا انتظام دن کے اوقات میں بعد نمازِ ظہر تا عصر موزوں سمجھا گیا۔ اس پروگرام میں خواتین کے علاوہ چند مرد حضرات بھی شامل ہوتے تھے۔ خواتین کی اوسط حاضری 30 رہی۔ امیر حلقہ انجینئر نوید احمد اور امیر کورنگی نعمان اختر نے مدرسین کے فرائض انجام دیے۔ خواتین کے لیے اس پروگرام میں مکتبہ بھی لگایا جاتا رہا جس سے مناسب تعداد میں خواتین نے استفادہ کیا۔

تنظیم اسلامی ڈیفنس: اس تنظیم کے زیر اہتمام تراویح اور اس کے بعد مضامین قرآن کے خلاصہ کو بیان کرنے کی محافل منعقد کی گئیں۔ ان محافل میں مدرس کی ذمہ داری انجینئر عثمان علی نے انجام دی۔ انجینئر عثمان علی کے اندازِ خطابت کو بہت پسند کیا گیا۔ حافظ مبشر عمار اور حافظ مدثر خبیب نے دورانِ تراویح قرآن سنانے کی سعادت حاصل کی۔ اس مقام پر 27ویں شب کو ان نورانی محافل کا اختتام ہوا۔ رفقاء واحباب کی اوسط حاضری 60 اور آخری عشرے میں 80 تک رہی۔

بنوری ٹاؤن: اس تنظیم کے علاقے PIB کالونی میں واقع PIB لان میں نمازِ تراویح کے بعد مقامی امیر فیصل منظور نے مضامینِ قرآن کا خلاصہ بیان کیا۔ جناب فیصل منظور اپنے دھیمے مگر بھرپور اندازِ بیان کے ذریعے بات کو سامعین کے دلوں میں اتار دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس مقام پر رفقاء کے علاوہ احباب کی بھی بڑی تعداد باقاعدگی سے شریک ہوتی رہی۔ 27ویں شب کو یہاں خلاصہ قرآن کے بیان کی تکمیل ہوئی۔

الغرض مذکورہ بالا تمام مدرسین اور دیگر رفقاء، ذمہ داران اور احباب نے اپنی صلاحیتوں کے مطابق حتی الامکان محنت کی اور اللہ کے پیغام کو بندوں تک پہنچانے کے اس مشن میں اپنا کردار بخوبی انجام دیا۔ اللہ ان سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اس راہ میں خلوص کے ساتھ مزید محنت کرنے کی توفیق اور استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ان تمام محافل کے نتیجے میں مجموعی طور پر 70 افراد نے تنظیم اسلامی کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

(مرتب: محمد یوسف صدیقی)

تنظیم اسلامی نیوملتان کے تحت ماہانہ شب بیداری و مظاہرہ کا پروگرام

جامع مسجد الھدیٰ نیوملتان میں ہر ماہ کے تیسرے ہفتہ کے دن ماہانہ شب بیداری کا پروگرام ہوتا ہے۔ اس ماہ 17 اکتوبر کو شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ بعد نماز مغرب محمد سلیم اختر نے درسِ قرآن دیا۔ بعد از درس مولانا عزیز الرحمٰن ترابی نے درسِ حدیث دیا۔ اس کے بعد شہزاد احمد صدیقی نے سیرت صحابہؓ کا مطالعہ کرایا اور آخر میں بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب بذریعہ ویڈیو سنایا گیا۔ جس میں آپ نے سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کی آیات کی روشنی میں ایمان حقیقی کے ثمرات بیان فرمائے۔

رات کا قیام رفقاء نے مسجد ہی میں کیا۔ اگلے روز ایک روزہ تربیتی پروگرام ہوا جس میں سید فاروق احمد، محمد انس خان، نوید انجم، شہزاد احمد صدیقی نے مختلف موضوعات پر مختصر بیانات فرمائے۔ مقامی امیر تنظیم نے باہمی مذاکرہ کرایا۔

مظاہرہ کا پروگرام:

نماز ظہر اور کھانے کے بعد تمام رفقاء ساڑھے تین بجے ٹی چوک پر جمع ہوئے۔ مقامی اخبارات کے نمائندے بھی پہنچ گئے۔ مظاہرہ کا آغاز عطاء اللہ خان کی قیادت میں ہوا۔ اس دوران کچھ رفقاء ہینڈ بلز تقسیم کرنے کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ باقی رفقاء نے ریاستی نظام سے متعلقہ منکرات کے حوالے سے بینرز اور ٹی بورڈز اٹھا رکھے تھے، جبکہ کچھ رفقاء تنظیم کے جھنڈے تھامے ہوئے تھے۔ مظاہرہ پُرامن اور خاموش ہوا۔ مظاہرین ٹی چوک سے روانہ ہوئے اور تھانہ چوک نیوملتان سے ہوتے ہوئے نیوملتان کی معروف و مشہور مارکیٹ گلشن مارکیٹ چوک پہنچے۔ وہاں پر کافی تعداد میں ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ وہاں سے مدنی چوک پہنچ کر نماز عصر کا وقفہ کیا گیا۔ ساڑھے پانچ بجے نماز عصر ادا کرنے کے بعد دوبارہ رفقاء روانہ ہوئے اور پہلے حمزہ چوک اور پھر الھدیٰ مسجد پہنچے۔ تنظیم اسلامی نیوملتان کی مقامی سطح پر یہ پہلی ریلی تھی جو بحمد اللہ خاصی کامیاب رہی۔ ریلی میں تقریباً ساٹھ (60) رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ آخر میں امیر تنظیم نے تمام رفقاء کا شکریہ ادا کیا اور دُعا پر اس مظاہرہ کا اختتام ہوا۔ اگلے روز مقامی اخبارات میں ریلی کی رپورٹ و تصاویر شائع ہوئیں۔ (رپورٹ: شوکت حسین انصاری)

اُسرہ مالاکنڈ کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

22 اکتوبر بروز جمعرات اُسرہ مالاکنڈ کے زیر اہتمام گورنمنٹ ہائی سکول مسکینی (جندول) میں ایک دعوتی اجتماع منعقد کیا گیا۔ دعوت کا موضوع ”مطالبات دین“ تھا۔ اس موضوع پر خطاب کے لیے حلقہ سرحد شمالی کے ناظم دعوت جناب فیض الرحمٰن کو مدعو کیا گیا تھا۔ قبل ازیں پروگرام میں شرکت کے لیے دوست احباب کو باقاعدہ دعوت دی گئی تھی۔ پروگرام میں 27 افراد شریک ہوئے۔ جن میں، علماکرام، سکولوں کے اساتذہ، ڈاکٹر حضرات کے علاوہ علاقہ کے دوسرے عمائدین شامل تھے۔ شرکاء نے پروگرام کو بہت پسند کیا اور آئندہ بھی گاہے بگاہے اس طرح کے پروگرام منعقد کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ پروگرام تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ بعدازاں شرکاء کی چائے سے تواضع کی گئی۔ دُعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد یٰسین)

منفرد اُسرہ چکوال کی دعوتی سرگرمیاں

25 اکتوبر 2009ء بروز اتوار اسرہ چکوال کے زیر اہتمام درسِ قرآن کا انعقاد کیا گیا۔ درس کے لیے خصوصی طور پر ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار مشتاق حسین کو مدعو کیا گیا تھا۔ یہ درس چکوال شہر کے محلہ غربی میں ایک حبیب کے گھر ہوا۔ جناب مشتاق حسین نے سورۃ الحجرات کی پہلی چار آیات کا درس دیا۔ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کے حل پر زور دیا۔ نبی کریم ﷺ کے حقوق بالخصوص آپؐ کے ادب واحترام، آپ کی پیروی اور آپؐ سے قلبی تعلق کو مضبوط بنانے کی تلقین دی۔ اختتامی کلمات جناب شہزاد بٹ ایڈووکیٹ نے ادا کیے۔ آخر میں موجود احباب میں سے ایک ریٹائرڈ آرمی آفیسر نے اپنے سکول میں درسِ قرآن کی دعوت دی، جسے قبول کیا گیا۔ اس پروگرام میں تقریباً بیس افراد نے شرکت کی، جنہوں نے پروگرام کو بہت پسند کیا۔ بعدازاں دوپہر کا کھانا ہوا۔ تقریباً ایک بجے پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ ادنیٰ سی کوشش قبول و منظور فرمائے۔ (آمین) (مرتب: علی اختر اعوان)

رپورٹ اجتماع ذمہ داران حلقہ کراچی جنوبی

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے ذمہ داران کا اجتماع 9 نومبر 2009ء کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ یہ پروگرام دو حصوں پر مشتمل تھا، تربیتی حصہ اور انتظامی حصہ۔ پروگرام کا آغاز صبح ساڑھے سات بجے ہوا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر محمد الیاس نے اس اجتماع کے انعقاد کی غرض وغایت بیان کی۔ بعدازاں انجینئر نعمان اختر نے درسِ قرآن دیا۔ درس میں انہوں نے ذمہ داران کے اوصاف اور مامورین سے ان کے تعلق اور رویہ کے حوالے سے بیان کیا۔ اس کے بعد امیر حلقہ انجینئر حافظ نوید احمد نے رفقائے تنظیم کے دس مطلوبہ اوصاف کی وضاحت کی۔ امیر حلقہ کا یہ پروگرام دو گھنٹے پر محیط اور دو حصوں پر مشتمل تھا۔ صدر انجمن خدام القرآن سندھ جناب اعجاز لطیف نے امیر و مامور کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی۔ اس ضمن میں انہوں نے احادیث اور اخبار سے دلائل دیے اور ذمہ داران کو سمجھایا کہ کس طرح وہ زیادہ بہتر انداز میں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ جناب اعجاز لطیف کی نشست کے بعد دس منٹ کا وقفہ کیا گیا۔

11 بجے اس اجتماع کے دوسرے یعنی انتظامی حصے کا آغاز ہوا، جس میں تنظیم کے سالانہ اجتماع کے لیے حلقہ کراچی جنوبی کے ناظمین کی نامزدگی کی گئی۔ صدر انجمن خدام القرآن سندھ جناب اعجاز لطیف نے تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے باہمی ربط و تعلق کو واضح کیا۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کے مقاصد اور انجمن خدام القرآن کی غرض وغایت کی وضاحت کی اور کہا کہ انجمن خدام القرآن دراصل تنظیم اسلامی کے مشن میں اس کی معاون کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے اس بات کی جانب توجہ دلائی کہ ایک رفیق تنظیم کو انجمن کی رکنیت بھی ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ مقامی ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس رپورٹنگ کے طریقے کو آسان اور کمپیوٹرائزڈ کرنے پر کافی محنت کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس کی وضاحت کی اور ذمہ داران کی توجہ اس بات کی طرف دلائی کہ وہ اپنے تمام امور نظام العمل کے تحت مقررہ مدت کے دوران مکمل کرنے کی عادت ڈالیں۔ اصولی بات یہ ہے کہ ہم اگر نظم بالا کی پابندی نہیں کریں گے تو پھر ہم اپنے نظم زیریں سے اس کی توقع کیونکر کر سکیں گے۔ ہمیں سمع وطاعت کے حوالے سے اپنے زیریں نظم کے لیے نمونہ بننا چاہیے تاکہ وہ بھی اس کی ضرورت واہمیت کو سمجھیں اور اس کے عادی ہوں۔

پروگرام کے آخر میں امیر حلقہ نے ذمہ داران کے لیے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا اور توقع ظاہر کی کہ آج کی اس محفل کے بہترین مثبت نتائج حاصل ہوں گے اور ہم اپنی ذمہ داریوں کو ایک مشن سمجھ کر انجام دیں گے۔

اس اجتماع میں 63 معاونین حلقہ و مقامی ذمہ داران نے شرکت کی۔ چند ذمہ داران جو شریک نہ ہو سکے، ان کی جانب سے قبل از وقت معذرت کی گئی۔ بوقت دوپہر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: محمد یوسف صدیقی)

Senator Joe Biden is seeking to enact legislation in Congress to tie future security aid to performance.

Thirdly by promoting General Petraeus from heading up the Iraq campaign to become Central Command (Centcom's) new head, clearly indicates that Iraq has become subservient to Pakistan in Washington's thinking. Fourthly the continued barrage of criticism within Capitol Hill, by Afghan officials and western think tanks of Pakistan's failure to stem cross border insurgency prepares the ground for an eventual attack in Pakistan.

Indeed eliminating the Pakistan sanctuary bases is one of the RAND Corporation's key recommendations in a recent report entitled "Counterinsurgency in Afghanistan." (Funded by the US DOD). The report does not confine criticism to the FATA but states that the insurgency also finds refuge in the North Western Frontier Province (NWFP) as well as the province of Baluchistan so extending the area substantially for future retaliation. Lastly according to a New York Times report in June, top Bush administration officials drafted a secret plan in 2007 to make it easier for US Special Operations forces to operate inside Pakistan's tribal areas but that turf battles and the diversion of resources to Iraq held up the effort. However now those forces are being reduced in Iraq, it is inevitable that such programs will be stepped up. So why Pakistan is so important, this was answered quite succinctly by Mitchell Shivers Principal Deputy Assistant Secretary of Defense for Asian & Pacific Security Affairs in his testimony to the Senate Foreign Relations Committee on 25 June 2008 when he said the following:

1. Firstly, Pakistan is the second most populous Muslim state, the sixth most populous country in the world, and is located at the geopolitical crossroads of South and Central Asia.
2. Second, Pakistan possesses nuclear weapons and has already fought three conventional wars with another nuclear nation next door, India.
3. Third Pakistan has a large, growing moderate middle class striving for democracy.
4. Fourth, elements of extremism and terrorism are at work within Pakistan.
5. Fifth, the whole-hearted assistance of the Pakistani people and their government will help the United States achieve its national security objectives in Afghanistan.
6. Sixth, and most importantly, militants and terrorists within the border region of Pakistan constitutes a direct threat to the United States homeland.

Former US Secretary of State Henry Kissinger in an article in the Washington Post in March defined US objectives in Pakistan as "control of nuclear weapons, counter-terrorism cooperation and resistance to Islamic radicalism" and believes Pakistan could turn "into the wildcard of international diplomacy." This was echoed by Turkey's military chief General Buyukanit who speaking in March at an international conference in Ankara warned that Pakistan's political troubles could open the way for the Taliban to seize the country and its nuclear weapons.

The US fears Pakistan, as it contains the key mix of Islam, nuclear weapons and **people who** are impatient for change and who **do not trust the Americans**. Consistent surveys indicates that the US's approval ratings are less than 20% in Pakistan and that the people of Pakistan desire for Islamic rule does not equate to a desire for violent extremism. The desire for Islamic governance allied with the ingredients above clearly illustrate why Pakistan has risen to the top of Washington's radar screen and why Chairman of the Joint Chiefs of Staff Admiral Mike Mullen has now made four visits to Pakistan since February. (to be continued)

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے قارئین ''ندائے خلافت'' کو

عید مبارک

نوٹ

عید کی تعطیلات کے باعث پریس اور دفاتر بند رہیں گے

اس لیے ''ندائے خلافت'' کا آئندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

Salik Malik

Pakistan the Next US Target - I

Kristol recounts that in a 90-minute, mostly off-the record meeting with a small group of journalists in early July, President Bush "conveyed the following impression, that he thought the next president's biggest challenge would not be Iraq, which he thinks he'll leave in pretty good shape, and would not be Afghanistan, which is manageable by itself. ... It's Pakistan." We have "a sort of friendly government that sort of cooperates and sort of doesn't. It's really a complicated and difficult situation." Right on cue, presidential candidate Barack Obama took the baton from Bush in his speech on July 15th in which he argued that more focus and resource were required on both Afghanistan and Pakistan.

The Kristol revelation on the surface is staggering yet not a surprise to those who have long suspected that the US presence in Afghanistan constitutes a Trojan horse for a more insidious plan the US has for Pakistan. Some may find it surprising that the US now believes Pakistan to be more challenging than Iraq where the US has 150,000 troops, has spent almost a trillion dollars and has incurred over 4,000 fatalities. The Neocon vision was that the capture of Iraq, a state that lies at the heart of the Middle East, would allow it to control not just the resources of the region but more importantly the geo politics. Of course the post invasion challenge was severely underestimated and despite some reduction in violence (albeit from a high benchmark), Iraq remains a mess.

The US would like Iraq to be stable but not too stable, independent but not too independent, have an effective military but not too effective. John McCain compares the US role in Iraq with that of Korea and Germany and believes the US could be there for a hundred years. To justify a continued presence the US needs to keep Iraq weak and divided. No one can seriously dispute the growth in sectarianism that has been seen since the US occupation. With a self governed Kurdish north, a Shia dominated central government and now US support for the Sunni tribes, Petraeus has presided over a de facto partitioned state. So with Iraq closer to de facto partition, America can now turn its attention to Pakistan. This change of focus has been sign posted now for at least twelve months. In June 2007 the US published its National Intelligence Estimate (NIE) with some startling new revelations.

Despite citing its numerous successes against Al-Qa'ida since September 2001 including these statements in a declassified document titled "Trends in Global Terrorism: Implications for the United States" dated April 2006 stated the following "United States – led counterterrorism efforts have seriously damaged the leadership of Al-Qa'ida and disrupted its operations….We assess the global jihadist movement is decentralised, lacks a coherent global strategy, and is becoming more diffuse." Yet the collective US intelligence community made a volte face fourteen months later when it said the following: "We assess the group (Al Qa'ida) has protected or regenerated key elements of its Homeland attack capability, including: a safe haven in the Pakistan Federally Administered Tribal Areas (FATA), operational lieutenants, and its top leadership." So in effect what the US intelligence community was saying was that its six year war against Al-Qa'ida had been a failure and that to win the war effectively required action within Pakistan. The pretext for war within Pakistan was therefore created; any attack on any US target from now on that was traced to the FATA would give the US "cause belli" to undergo a massive retaliatory attack within Pakistan.

Indeed Frances Townsend Homeland Security adviser to Bush said shortly after the NIE was published that the United States would be willing to send troops into Pakistan to root out Al-Qa'ida, noting specifically that "no option is off the table if that is what is required" The US has been itching to get into Pakistan for some time, first using remote controlled Predator aircraft to attack targets within Pakistan almost on a daily basis.

Secondly the US has spent $10 billion on Pakistan's military since 2001 and more specifically in trying to make Pakistan's Frontier Corps into a fighting unit for the US military. To ensure Washington gets better value for money, Chairman of the Foreign Relations Committee

MULTICAL-1000

Calcium+Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet

BOOST CALCIUM

BEFORE, DURING & AFTER PREGNANCY

TASTY and TANGY

MULTICAL-1000

2 IN 1

CALCIUM

The growing fetus needs calcium for developing strong bones & teeth.

FOLIC ACID

Essential during pregnancy to prevent Neural Tubular Defect (NTD) in the developing fetus.

Calcium Supplement Guidelines

Recommended Calcium Intakes	milligrams per day
Pregnancy	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg
Lactation	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg

Source: Institute of Medicine, National Academy of Sciences 2002

Vitamin B12

- Promotes growth in children
- Needed for Calcium absorption

Sweetened WITH ASPARTAME

Composition:

Each sachet contains:

- Calcium lactate gluconate..........1000 mg
- Calcium carbonate........................327 mg
- Vitamin C.......................................500 mg
- Folic Acid...1 mg
- Vitamin B12....................................250 µg

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD

www.nabiqasim.com

your Health our Devotion

M-1000/DMU/04-08